Regd No P 67

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر

محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۵۰-۳ روپے
ممالک غیر
۵۰-۷ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد نمبر ۱۱	۵ وفا ۱۳۴۱ ہش	۳ صفر ۱۳۸۲ھ	۵ جولائی ۱۹۶۲ء	نمبر ۲۷

اخبار احمدیہ

ربوہ ۳۰ جون (بوقت ۸ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

حضور کو کل عصر کے وقت بے چینی کی تکلیف زیادہ رہی

اس وقت طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

احباب جماعت التزام سے دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۳ جون۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب تا حال سفر حیدرآباد سے واپس تشریف نہیں لائے اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا ہر طرح سے حافظ و ناصر ہو اور خیریت کے ساتھ قادیان واپس لائے۔ آمین۔

مارشس کے احمدی احباب کی طرف سے قربانی و ایثار کی شاندار مثال

تیس سے چالیس گھنٹے مسلسل اجتماعی وقارِ عمل کا قابل قدر نمونہ!

از مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر انچارج مبلغ ماریشس

یوں تو ایک مبلغ کی زندگی میں ہر روز ہی عجیب و غریب واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر بعض نسبتاً بہت ہی اہم ہوتے ہیں۔ جن کی نسبت "ناقابل فراموش" کے الفاظ کا استعمال بے جا نہ ہوگا۔ اس غرض سے کہ دوسروں کے لئے شاید رہنمائی کا باعث ہو ایک واقعہ عرض خدمت ہے۔

۱۴ اور ۱۵ اپریل ۱۹۶۲ء کے دن میری زندگی کے بہترین دن تھے۔ جبکہ ماریشس کے ۲۲۵ احمدیوں کے ہمراہ جن میں بوڑھے نوجوان اور بچے سبھی شامل تھے "دار السلام" مسجد کی دوسری چھت پر تقریباً ۲۰۰۰ مکعب فٹ کنکریٹ بچھایا گیا۔ اس غرض سے اکثر احباب نے ۳۰ سے ۴۰ گھنٹے تک متواتر کام کیا۔ کھانا کھانے، وضو، نماز اور ضروری حوائج کو چھوڑ کر سونے کے لئے بھی اکثروں کو ایک منٹ تک نہ ملا۔ اس موقعہ پر احمدیوں نے جو تنظیم۔ اتحاد۔ تعاون اور محبت کا نمونہ دکھایا۔ اس نے اپنوں اور غیروں پر یکساں اثر کیا اور بتا دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو اسلام کی صحیح روح آج دنیا کے سامنے پیش کی ہے وہ آپ کے ماننے والوں سے ایسا کام بھی کروا سکتی ہے جس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ اور یہ کام محض خدا تعالیٰ اور اس کے دین اسلام کی خاطر ہوا اور اس میں کسی کا ذاتی مفاد بھی نہ ہو۔

اجتماعی وقارِ عمل

۱۴ اپریل کو احمدیوں کے سب سے بڑے اجتماعی وقار عمل کا آغاز تھا۔ مقامی اخبارات میں بھی اعلان کروا دیا گیا تھا۔ گو وقت دو بجے بعد دوپہر کا مقرر تھا مگر احباب کی آمد صبح کی نماز کے بعد سے ہی شروع ہو گئی اور ہر ایک نے ہدایات لے کر مختلف کاموں کو سرانجام دینا شروع کر دیا۔ مثلاً ریت دھونے کا کام تا سمندری ریت سے سمندری نمک کو دور کر دیا جائے۔ چھت پر لوہے کے باندھنے کا کام بہت سا باقی تھا جس کو ختم کرنے کے لئے ایک گروپ نے کام کرنا شروع کر دیا۔ جوں جوں وقت مقررہ قریب آتا گیا احمدی لڑکوں، نوجوانوں، دکانداروں، زمینداروں اور طلبہ کا ہجوم بڑھتا گیا جو دار السلام پہنچتے ہی تمام مزدوروں میں تبدیل ہو جاتے اور تنظیم کے ماتحت اپنی اپنی ڈیوٹی سنبھال لیتے۔ اس عجیب و غریب منظر کو دیکھنے کے لئے سڑک پر راہگیروں کا تانتا لگا ہوا تھا اور وہ حیران تھے کہ یہ کیا نظارہ دیکھ رہے ہیں جس سے ان کی آنکھیں مانوس نہیں ہیں اور دل ہی دل میں احمدیوں کی ہمت اور جوش ایمانی کی داد دے رہے تھے اور اپنے ساتھیوں سے بھی زبان میں تعریفی باتیں کرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان تماشائیوں میں ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ یورپین اور چینیوں کے علاوہ احمدیت کے کٹر دشمن بھی شامل تھے جو غالباً پشیمانی کی حالت میں واپس جا رہے تھے اور کاش اللہ مرحوم کی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو رہے ہوں گے۔

خدا خدا کر کے کام کے ابتدائی مراحل طے ہوئے تو فوراً سب دستوں کو مختلف انجینئرز کی نگرانی میں مختلف ڈیوٹیوں پر لگا دیا گیا۔ بس پھر کیا تھا کنکریٹ کا مسالحہ بنانے والی مشینیں حرکت میں آ گئیں۔ ریت والوں نے ریت دھو کر ریت کی سپلائی شروع کر دی۔ سیمنٹ والوں نے فوراً ہی سیمنٹ کی بوریاں کھول کر سیمنٹ مشینوں کو سپلائی کر دیا۔ اور پتھر (Macadam) والوں نے ٹوکریاں بھر کر پتھر سپلائی کئے۔ آن کی آن میں مشینوں نے تیار شدہ مسالحہ اگلنا شروع کر دیا اور مضبوط اور تنومند خدام نے بالٹیوں میں بھر کر ۲۵ فٹ کی اونچائی پر پہنچانا شروع کر دیا۔ لائن کی لمبائی ۱۰۰ فٹ سے زیادہ تھی۔ اور ادھر تازہ دم خدام کی تیز رفتاری کہ بالٹیاں باوجود کثیر التعداد ہونے کے کم محسوس ہونے لگیں۔ تو فوراً Hoisting مشین نے کام شروع کر دیا۔ جس پر Hand Trolley ہاتھ کی گاڑی پھر کر اوپر جانی شروع ہو گئیں۔ اور ہاتھ سے بالٹی اوپر لے جانے والوں کے کام میں مدد ہونی شروع ہو گئی۔

رحمتِ خداوندی

تیز سے تیز ... [illegible]

دھوپ زیادہ تیز نہ تھی مگر بادل بھی نہ تھا مگر جونہی چھت پر سیمنٹ بھرنے کا کام اجتماعی وقار عمل سے شروع کیا گیا بارش کے قطرے بھی شروع ہو گئے۔ اور یہ بارش اور بادل کام کے خاتمہ تک ایسے ہی رہے جس سے خدام اور انصار کے کپڑے تو بھیگ گئے مگر کنکریٹ کے کام پر ایسا اثر کیا جیسے سونے پر سہاگے کا اثر ہوتا ہے۔ ہمارے انجینئروں (جن میں ایک جرمن سٹرکچرل انجینئر) نے اس وقت بتایا کہ اب موسم کنکریٹ بچھانے کے بہترین موسم ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اس بیان سے احباب کے حوصلے اور بڑھ گئے اور انہوں نے کام کو اور زیادہ تیز کر دیا تا ایسے موسم سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔

غروبِ آفتاب

گو سورج عام طور پر ۶½ بجے شام کو غروب ہوتا ہے مگر اس دن بارش اور بادلوں کی وجہ سے جلدی ہی اندھیرا چھا گیا اور بجلی لگا کام کرنے والے خدام اور انصار نے وقت مقررہ سے پہلے ہی بجلی کے اتنے قمقمے لگا دیئے کہ رات کو دن ہی بنا دیا اس کا ثبوت لیجئے۔ جب میں وہاں پہنچ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارا ایک نابینا بھائی مسٹر ... اس کالی اندھیری رات میں پتھروں سے ٹوکریاں بھر رہے ہیں۔ آپ نابینے کو تو دن کو بھی نظر نہیں آتا مگر یہ احمدیت کا شیدائی رات کو اتنی تیزی سے کام کر رہا تھا کہ ہر دیکھنے والے کو متاثر کئے بغیر نہ چھوڑتا تھا۔ سچ ہے ایمان کی طاقت سے ہی حقیقی نابیناؤں کو بھی بینائی مل جاتی ہے۔ کیا یہ حضرت عیسیٰ کے اس قسم کے معجزوں سے کچھ کم معجزہ ہے؟

نمازیں اور کھانا

سات بجے شام کا وقت نمازوں اور کھانے کے لئے مقرر تھا۔ دوستوں کو تحریک کی گئی کہ وہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام والی دعا کو نمازوں میں بالخصوص پڑھیں

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۵ جولائی ۱۹۶۲ء

روحانی جماعتوں کی تدریجی ترقی

سیرت نگاروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو تین دورں میں تقسیم کیا ہے۔ زمانہ قبل از دعویٰ۔ مکی زندگی اور مدنی زندگی۔ عمر شریف کے چالیسویں سال اللہ تبارک وتعالےٰ نے اپنے الہام وکلام سے مشرف فرماتے ہوئے آپ کو منصب نبوت پر فائز فرمایا۔ اس کے بعد سے تیرہ سال تک کا زمانہ مکی زندگی میں شمار کیا گیا ہے جبکہ دین کی خاطر آپ کو اور آپ کے متبعین کو سخت سے سخت مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مخالفین نے ایذا رسانی اور تکالیف دہی کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ کو مجنون کہا گیا۔ آپ کی تبلیغ میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی گئیں۔ جو آپ پر ایمان لاتا اُسے سخت اذیت پہنچائی جاتی اس کے باوجود آپ کی جماعت دن بدن بڑھتی چلی جاتی آپ کی تعلیم لوگوں کے دلوں پر اثر کرتی اور جس کی سمجھ میں آپ کی بات آجاتی اور صداقت کو قبول کر لیتا۔ بڑی سے بڑی آزمائش تھی اس کے پائے استقلال میں ذرہ جنبش نہ ہوسکتی۔

ادھر مکہ والوں کی عجیب حالت تھی وہ سخت حیران تھے کہ کریں تو کیا کریں خود آپ کو تبلیغ سے باز رکھنے یا ابو طالب کے ذریعہ دباؤ ڈالنے میں وہ کامیاب نہ ہوئے باوجود استیصال مخالفانہ تدابیر، بار بار ظلم وستم کے انہیں اپنے مقصد میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا نو مسلم ان کے ہاتھوں ماریں کھاتے مگر بڑی پامردی سے ان حالات کا مقابلہ کرتے اور نہایت جرأت کے ساتھ عقیدۂ توحید کا اعلان کرتے۔ آپ کی جماعت کی یہ ترقی اہل مکہ کے لئے بڑی ہی ذہنی پریشانی کا باعث بن رہی تھی۔ ان کی اس ذہنی کشمکش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالےٰ نے سورۃ انبیاء میں جو مکی سورت ہے۔ انہیں آگاہ کیا۔

بل متعنا ھؤلاء واٰباءھم حتی طال علیھم العمر افلا یرون انا نأتی الارض ننقصھا من اطرافھا افھم الغالبون (انبیاء ع۴)

یعنی حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ان کو بھی اور ان کے باپ دادوں کو بھی بہت سا مال متاع وغیرہ دیا تھا یہاں تک کہ ان پر ایک لمبا زمانہ رنج کے بغیر گذر گیا پس کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم ان کی زمین کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اور اس کے اطراف سے اسے چھوٹا کرتے جا رہے ہیں۔ انہیں میں سے بعض افراد کٹ کٹ کر اس پاک جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور ان کی جمعیت میں روز بروز کمی آرہی ہے جبکہ ہمارے نبی کی جماعت بڑھتی جا رہی ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ غالب رہیں گے؟

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے نہایت واضح اور بڑے ہی سادہ اور عام فہم انداز میں اس بات کو منکرین صداقت کے سامنے روحانی جماعت کی صداقت اور اس کے غلبہ کے لئے بطور دلیل پیش کیا کہ باوجود تمہاری شدید مخالفت کے یہ جماعت بڑھ رہی ہے اور تم گھٹ رہے ہو۔ اس کی روز افزوں ترقی اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ لوگوں کے دلوں پر حق کا اثر ہو رہا ہے اور جس نئے انقلاب کے لئے اس بندہ کو کھڑا کیا گیا ہے وہ اپنی پوری شان کے ساتھ ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ اور بطور علامت تدریجی ترقی پر نگاہ کر کے دیکھ لو!!

جیسا کہ اوپر کہا گیا یہ اس وقت کی کیفیت کا بیان ہے جبکہ آپ کی جماعت ابھی اپنی حد درجہ کمزوری اور انتہائی ناتوانی میں تھی اور ماننے والوں کی تعداد بھی کوئی زیادہ نہ تھی۔ اس کے باوجود اللہ تعالےٰ نے اس امر کو آپ کی صداقت کے لئے بطور نشان اور ناقابل تردید ثبوت کے طور پر پیش کیا۔ اب اگر کوئی شخص اس حالت ناتوانی کو دیکھ کر اعتراض کرے کہ وہ نبی تو ساری دنیا کو اپنے پیچھے لگا لینے کا ہے۔ اور سب مذاہب پر اسلام کے نظریات کے غلبہ پا لینے کا ہے۔ اور اپنی حالت یہ ہے کہ اپنے ہی شہر میں مکمل کر تبلیغ نہیں کر سکتے۔ اور ماننے والوں کو سکھ اور چین کی زندگی نصیب نہیں؟ اب موقع پہ اس طرح کا اعتراض اٹھانے والے کو یہی جواب دیا جاتا ہے۔ اور یہ جواب اپنی جگہ پہ بڑا وزنی اور معقول ہے کہ یہاں مقدمی کثرت و قلت کا مقابلہ نہیں بلکہ مقابلہ ہے تو نسبتی ترقی اور نسبتی تنزل کا۔ بصیرت کی نگاہ اس سے انکار نہیں کر سکتی کہ حضور نے جو باتیں لوگوں کے سامنے پیش کیں ایک وقت بکمال اس سے اجنبیت کا اظہار کیا جاتا رہا۔ عوام اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا گیا اُن ہی لوگوں نے جب اس پر ٹھنڈی طبیعت ہو کر غور و فکر سے کام لیا دلوں پر حق و صداقت اثر کئے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ کے متبعین کا حلقہ دن بدن وسیع تر ہوتا چلا گیا اور مخالفین اپنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود اپنی جملہ تدابیر میں ناکام و نامراد ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی غیر معمولی نصرت و تائید کے ذریعہ ہر میدان میں آپ کو کامیاب فرمایا۔ ادھر آپ کا یہ بھی دعوےٰ ہے کہ ما کنت بدعا من الرسل کہ میں کوئی اجنبی رسول نہیں بلکہ آپ کا اور آپ کی جماعت کا حال بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء اور ان کے متبعین کا پس اس مختصر سے اسوہ نبوی کی طرف اشارہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ روحانی جماعتوں کی ترقی ہمیشہ سے تدریجی رہی ہے۔ اور ان کے مقابل پر ان کے مخالفین کی ناکامی اور نامرادی کی صورت بھی ایسی ہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مامور اور مرسل کی صداقت کو پرکھنے کے لئے اس نمایاں غلبہ کا انتظار کرنے لگے یا ایک وقت تک اس کے مخالفین کے پورے طور پر مغلوب نہ ہو جانے کو دعوے کی عدم صداقت پر دلیل ٹھہرائے تو یہ بات خود اس کے قصور فہم اور قلت تدبر کی دلیل ہو گی کیونکہ وہ خدا جس نے آج سے چودہ سو سال پہلے نہایت مخالف حالات میں اسلام کو غلبہ دیا اور اسلام کی پیش کردہ باتوں نے بالآخر غلبہ پایا۔ اس زمانہ میں ابھی وقتیں ہونے والا ہے جو مخالفین خواہ کس قدر شدت کے ساتھ اٹھیں اور کیسے طوفان برپا ہوں کسی کی طاقت نہیں کہ حق کے لگائے گئے پودے کو نیست و نابود کر سکے اس کے لئے تو آسمان پہ ترقی اور وسعت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ جس فیصلہ کے نفاذ سے کوئی شخص عاجز نہیں کر سکتا ۔

جماعت احمدیہ کو قائم ہوئے ۷۳ سال ہو چکے ہیں۔ اس قلیل عرصہ میں جماعت نے جو نمایاں ترقی کی اور دین اسلام کی جس خدمت کا اس برگزیدہ جماعت کو موقع مل رہا ہے اس کے متعلق اپنے اور بیگانے بخوبی آگاہ ہیں۔ اس آسمانی آواز کو دبانے کے لئے جو مخالف بھی اٹھا اس نے ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھا اور احمدیت کا کارواں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔

ہر چند ہر کسے بقدر ہمت اوست ہر شخص اپنے اپنے خیال کے مطابق احمدیت کے متعلق اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور موافق و مخالف جدوجہد کر کے دیکھ لی۔ جو شخص بھی جماعت یا اس کے مقدس بانی کا معاند بن کر میدان میں آیا اس نے ذلت اور رسوائی کا منہ ہی دیکھا۔ ایسے ناکام و نامراد مخالفین کی ایک لمبی فہرست ہے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی نے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ پر کفر کا فتوےٰ دینے میں پہل کی اور ان کے شاگرد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے آپ کی مخالفت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تو دیگر معاندین و مخالفین کی طرح یہ لوگ بھی انی مھین من اراد اھانتک کے وعید سے بچ نہ سکے۔ گویا احمدیت ایک چٹان تھی جس سے جو بھی ٹکرایا وہ پاش پاش ہوا حتی کہ انہیں شدید ترین مخالفین میں سے بعض کو اپنی ناکامی کا صاف اقرار کرنا پڑا۔ مثلاً مولوی ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار نے ۱۹۳۲ء میں لکھا:۔

"آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوایٹ وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کونٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہیں لاتے تھے غلام احمد قادیانی ...... پر ...... ایمان لے آئے ہیں ...... یہ ایک تناور درخت ہو چکا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں ہیں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔"

(اخبار زمیندار ۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

اسی طرح احمدیت کی ترقی پر مودودی صاحب کا اعتراف رسالہ ترجمان القرآن سے حسب ذیل حوالہ سے ملاحظہ ہو لکھا ہے:۔

"میں اکثر اوقات اس پر غور کیا کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد (علیہ السلام ناقل) کو اپنے ...... مشن میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی مجھے مرزا صاحب کی کامیابیوں کا سلسلہ لامتناہی نظر آتا ہے اور جس وقت مرزا صاحب کے مخالفین کی نامرادیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بے حد و حساب نظر آتی ہیں ایسا کیوں ہے۔ ایک شخص (بقول مخالفین ناقل) خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے۔ نائبین رسول کو چیلنج کرتا ہے کہ تم سب مل کر بھی میرے مشن کو فیل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ خدا کی تائید میرے شامل حال ہے۔ تم جب بھی میرے مقابلہ پر آؤ گے ہمیشہ خدا تعالیٰ مجھ

خطبہ جمعہ

اپنی پیدائش کی اصل غرض کو سمجھو اور اللہ تعالیٰ سے سچا اور حقیقی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرو

نوجوانوں کو میں بالخصوص توجہ دلاتا ہوں کہ قرب الٰہی کے حصول کیلئے نمازوں دعاؤں اور ذکر الٰہی کی عادت ڈالیں

جب انسان اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے تو پھر کوئی چیز اس کی ترقی کے راستے میں روک نہیں بن سکتی

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۶۱ء بمقام ربوہ

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں بعض چیزیں اصلی اور حقیقی ہوتی ہیں اور بعض صرف تابع اور خادم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اصلی اور حقیقی چیزوں کو اپنے سامنے رکھنا اور تابع حیثیت رکھنے والی چیزوں کو اپنا اصل مقصود قرار نہ دینا

ایک مومن کی علامت

ہوتی ہے اور مومن ہمیشہ اس اصل کو اپنے سامنے رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اور لوگ اپنی عملی زندگی میں حقیقی اہمیت رکھنے والی چیزوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور تابع حیثیت رکھنے والی چیزوں کو اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً ہر شخص اس بات کو مانتا ہے کہ دنیا خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے اب چاہیئے تو یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے جسے پیدا کی ہے۔ اب چاہیئے تو یہ تھا۔ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا اپنا اصل مقصد قرار دیتے مگر وہ خدا تعالیٰ سے تو تعلق پیدا نہیں کرتے اور دنیا کے حصول کے لئے جو ایک ثانوی چیز ہے ہر وقت جدوجہد کرتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ زمین سے سونا نکالے یا زمین سے چاندی نکالے یا زمین سے ہیرے اور جواہرات نکالے اور پھر اسی کام میں منہمک ہو جائے بلکہ اسے اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک سے تعلق پیدا کرے۔ اور ان تمام چیزوں کو اپنا خادم سمجھے مگر باوجود اس کے کہ دنیا انسان کے لئے خادم کی حیثیت رکھتی ہے اور اصل چیز خدا تعالیٰ کا وجود ہے۔

لوگوں کی یہ حالت ہے

کہ وہ اپنی عمر اس کے حصول کے لئے صرف کر دیتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ انسان کا اس دنیا میں بھیجا جانا کسی خاص مقصد کے ماتحت تھا اور یہ دنیا محض ان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی تھی مگر جس دنیا کے حصول کے لئے وہ دن رات کوشاں رہتے ہیں وہ اپنی ذات میں اتنی بڑی ہے کہ ساری عمر کی تگ و دو کے باوجود بھی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اس پر حاوی ہو چکا ہے۔ یہ بیس پچیس سال کے زمانہ کی بات ہے کہ سائنس والوں نے کہا کہ وسعت عالم کا اندازہ چھ ہزار سالوں کے برابر ہے روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ اسی ہزار میل ہوتی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک لاکھ اسی ہزار کو ۶۰ سے ضرب دی جائے تاکہ ایک منٹ کی رفتار کا اندازہ ہو سکے پھر حاصل جواب کو دوبارہ ۶۰ سے ضرب دی جائے تاکہ ایک گھنٹہ کی رفتار کا اندازہ ہو سکے پھر ۲۴ سے ضرب دی جائے تاکہ ایک دن کی رفتار کا اندازہ ہو سکے۔ اور پھر حاصل جواب کو چھ ہزار سے ضرب دی جائے۔ تب

اس عالم کی وسعت کا اندازہ

ہو سکتا ہے۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ہماری یہ دنیا تمام عالم کے مقابلہ میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی ہماری دنیا کے مقابلہ میں ایک چھوٹی سی پہاڑی کی حیثیت ہوتی ہے۔ لیکن اب نئی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ وسعت عالم کا یہ اندازہ کہ وہ روشنی کے ۶ ہزار سالوں کے برابر ہے بالکل غلط ہے۔ وسعت عالم روشنی کے ... ۳۶ سالوں کے برابر ہے۔ گویا پہلے اندازہ سے چھ گنا زیادہ ہو گئی۔ پھر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دنیا پھیلتی چلی جا رہی ہے اور آخر ایک دن پھیلتے پھیلتے تباہ ہو جائے گی۔ اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا پھیلنے کے بعد پھر سمٹے گی۔ اور سمٹ کر تباہ ہو جائے گی گویا کوئی تو قیامت کو اس کے پھیلاؤ کے ساتھ وابستہ قرار دیتا ہے اور کوئی اس کے سمٹنے کے ساتھ وابستہ کرتا ہے

غرض یہ دنیا جو اتنی وسیع ہے۔

ہمیں سوچنا چاہیئے

کہ خدا تعالیٰ نے اس میں انسان کو کیوں پیدا کیا ہے۔ پھر انسان کو جو طاقت حاصل ہے جس طرح کے معلومات اسے حاصل ہیں۔ مادہ کی جو کیفیتیں اسے معلوم ہیں۔ علم سائنس۔ علم کیمیا۔ علم طبقات الارض اور باقی علوم کو جس طرح وہ حاصل کر رہا ہے۔ ان کی بنا پر خود بھی اپنے آپ کو دنیا کا حاکم سمجھتا ہے۔ ... ایک مثال کر رہا ہے ... خود بھی اپنے آپ کو ... سمجھتا ہے بلکہ اب تو انسان اس کوشش میں ہے کہ چاند تک چلا جائے۔ گویا انسان منہ سے تو نہیں لیکن اپنے عمل سے یہ ضرور کہتا ہے کہ وہ ساری کائنات کا حکمران ہے۔ پس ہمیں سوچنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جیسی ہستی نے اتنا بڑا انسان کیوں پیدا کیا۔ ایک طرف تو انسان عالم کی وسعت کا اندازہ لگا کر حیران ہوتا ہے اور دوسری طرف اس کے اپنے اندر جو امنگیں اور ارادے اور حوصلے ہیں وہ اتنے بڑے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اصل وجود وہی ہے اور باقی

سب چیزیں اس کے تابع

ہیں وہ صرف اس کے علم کو زیادہ کرنے اور اسے آرام پہنچانے کے لئے ہیں اور قرآن کریم میں بھی لکھا ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے پس جب یہ تمام دنیا انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے تو ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہم زمین سے چاندی نکالیں یا سونا نکالیں یا لوہا نکالیں یا دوسری معاشی جواہر ... قرار دی جاتی ہیں۔ زمین سے نکالیں۔ یہ چیزیں تو پہلے سے ہی موجود تھیں پھر خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں

انسان کو کیوں پیدا کیا

ایک ہی چیز ہے جو سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے تا وہ اس کے جلال اور جمال کو ظاہر کرے۔ لیکن یہ چیز ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس لئے پیدا کیا ہو کہ ہم زمین سے سونا نکالیں۔ جو باتیں خدا تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کی ہیں اور یہ اس کے لئے آسائش یا خوشحالی کا سامان تو ہو سکتی ہیں۔ لیکن اس کی وجہ پیدائش نہیں ہو سکتی

انسان کی وجہ پیدائش

یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرے چنانچہ جب بھی کوئی رسول دنیا میں آیا ہے اس کے آنے کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کیا جائے جو مذاہب دنیا سے ترشا مٹ چکے ہیں۔ ان کے متعلق بھی جہاں تک تاریخ سے پتہ لگتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے پر زور دیا۔ اور جو مذاہب موجود ہیں ان کا بھی یہی دعویٰ ہے اور اسلام بھی اسی مقصد کے لئے دنیا میں آیا ہے لیکن اسلام کے ... ماننے والوں میں آہستہ آہستہ کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔ اور خدا تعالیٰ سے منقطع ہو گئے۔ لیکن ایک ایسی جماعت جو اس بات کی مدعی ہے کہ وہ لوگوں کی غفلتوں کو دور کرنے اور

روحانیت کو دنیا میں نئے سرے سے قائم کرنے کیلئے

کھڑی ہوئی ہے۔ اگر اس کے افراد بھی اپنی پیدائش کی غرض کو نہ سمجھیں۔ تو یہ کیسی افسوس کی بات ہوگی۔ اگر انسان کے اندر کوئی ایسی چیز نہ ہوتی جو اسے یہ نکتہ سمجھا سکے اور نصیحت کرنے والوں کو اس طرف توجہ دلا سکے تو انسان کہہ سکتا تھا کہ مجھ پر حجت پوری نہیں ہوئی۔ اگر ... میں ہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ... زمانہ میں آئے یہ بات ہوتی تو ... تابعین اس غفلت کی سزا سے بچ سکتے تھے اگر قرآن کریم میں یہ بات بیان نہ ہوتی تو مسلمانوں پر حجت پوری نہ ہوتی لیکن جب خدا تعالیٰ نے اس چیز کو اتنا تمام کیا ہے کہ ... اور ... انسان ... بھی یہ مادہ موجود ہے

کہ وہ اس نکتہ کو سمجھ سکے کہ پھر ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی جن کے پاس تازہ وحی اور الہامات موجود ہیں جن کی نہ بہ سائز ین غرید ہیں

خدا تعالےٰ کا ایک مامور مبعوث ہوا

وہ اس نکتہ کو کیوں نہیں سمجھ سکتے کہ ان کی پیدائش کا اصل مقصد کیا ہے مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں میں سوچنے کی عادت نہیں اور اگر سوچیں گے تو یہ کہ ان کے پاس کیا کیا ڈگریاں ہونی چاہئیں جن سے وہ دنیا میں ترقی حاصل کر سکیں حالانکہ اصل چیز یہ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف توجہ کریں اور دعائیں کریں۔ باقی سب چیزیں تابع ہیں۔ بادشاہ کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ بیٹے کا ہوتا ہے اسی طرح جو خدا تعالےٰ کا ہو جاتا ہے۔ ساری کائنات اس کی ہو جاتی ہے۔

ہماری جماعت کے نوجوانوں کی توجہ چونکہ اس طرف کم ہے اس لئے میں نے آج اس موضوع پر خطبہ پڑھا ہے میں دیکھتا ہوں کہ

نوجوانوں کی توجہ

نمازوں اور دعاؤں اور ذکر الٰہی کی طرف کم ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی دنیوی کوششیں دعاؤں اور نمازوں اور ذکر الٰہی سے زیادہ قیمتی ہیں ان کے نزدیک دس ہزار روپیہ کمانا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ غریب آدمی رات کے اندھیرے خدا تعالےٰ کے سامنے گر کر دعائیں مانگیں حالانکہ دعا ہی قیمتی چیز ہے۔ جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں کر سکتی۔ قریب زمانہ میں ہٹلر اور مسولینی گزرے ہیں ان کے پاس کتنی طاقت تھی پچھلی جنگ کے زمانہ میں جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انگریز ہٹلر اور مسولینی کو شکست دیدیں گے لوگ ان پر ہنستے تھے لیکن اب وہ کہاں ہیں۔ نپولین کتنا طاقتور تھا لیکن اب وہ کہاں ہے۔ زار کے متعلق جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

اس وقت اس کی طاقت کا اندازہ لگانا بھی مشکل تھا تم یورپ کی تاریخیں پڑھ کر دیکھ لو

تمام تاریخیں یہی کہتی ہیں

کہ زار کی طاقت ۱۹۰۱ء سے ہی زمین شروع ہوگئی تھی اور اس قسم کے حالات پیدا ہوگئے تھے کہ یورپین طاقتیں اس کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گئی تھیں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

اور پھر زار کا جو حالِ زار ہوا وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ دنیا کی طاقتیں کچھ چیز نہیں

اصل چیز خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت ہے

اور اس کی مدد اور نصرت دعاؤں اور ذکر الٰہی سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کی اس طرف کم توجہ ہے لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ تم دنیوی کام چھوڑ دو اور صرف ذکر الٰہی اور دعاؤں میں لگ جاؤ میں کہتا ہوں کہ تم دنیوی کام بے شک کرو لیکن تمہارا اصل مقصد خدا تعالےٰ کی ذات ہونی چاہئیے اور دعائیں اور ذکر الٰہی تمہارا اصل کام ہونا چاہئیے جو شخص دعائیں کرتا اور ذکر الٰہی سے کام لیتا ہے اس کی قوت عملیہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ دوسروں سے زیادہ کام کرتا ہے۔ دنیا میں بعض ایسے کمانڈر بھی گزرے ہیں جنہوں نے نبیشہ کر کے کام کئے ہیں اور اپنے دشمن پر غالب ہوئے ہیں گو ان کے ہاتھ پاؤں نہیں ہلتے تھے مگر قوت عملیہ ان کے اندر موجود تھی اور کامیابی کے لئے ایسی قوت کی موجودگی ضروری ہوتی ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ جو شخص ذکر الٰہی اور دعاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ دنیوی کاموں میں سست ہو جاتا ہے وہ سست نہیں ہوتا بلکہ دوسروں سے زیادہ چست ہوتا ہے اور اس کی طاقت بڑھ جاتی ہے کیونکہ آسمانی انوار سے اس کی تائید ہو رہی ہوتی ہے

مجھے اپنے بچپن کی ایک بیوقوفی پر ہنسی آتی ہے

جب میری عمر گیارہ بارہ سال کی تھی

اس وقت میری یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کوئی سوال پوچھتا تو میرا دل دھڑکنے لگتا کہ نہ معلوم آپ اس کے سوال کا جواب بھی دے سکتے ہیں یا نہیں لیکن جب آپ اس کے سوال کا جواب دیتے تو یوں معلوم ہوتا کہ آسمان سے نور نازل ہو رہا ہے اور علوم کا ایک دریا بہہ رہا ہے بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ حضرت خلیفہ اول رضی بھی بے اختیار کہہ اٹھتے سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ مجھے [illegible] حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی نے فرمایا کہ تھے

جب آتھم سے مباحثہ ہوا

اور وہ لمبا ہو گیا تو کسی شخص نے مجھ سے کہا کہ بات تو چھوٹی سی تھی مگر مباحثہ بہت لمبا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا حضرت مرزا صاحب چاہتے تو آدھ گھنٹہ میں مباحثہ ختم کر دیتے۔ لیکن اس طرح اسلام کے وہ کمالات اور قرآن کریم کے وہ حقائق اور معارف ظاہر نہ ہوتے جو اب ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ یہ بھی سنایا کرتے تھے کہ جب آتھم کے ساتھ مباحثہ ہوا تو دوران مباحثہ میں پادریوں نے کچھ لولے لنگڑے اور اندھے خفیہ طور پر اکٹھے کر لئے اور پھر آتھم نے اپنی تقریر میں کہا کہ مسیح ناصری کے متعلق آتا ہے کہ وہ اندھوں کو آنکھیں دیتے، کوڑھیوں کو اچھا کرتے اور لولے لنگڑوں کو تندرست کر دیتے تھے۔ آپ کا بھی مسیح ناصری کے مثیل ہونے کا دعویٰ ہے اس لئے آئیے اور معجزہ دکھائیے اندھے اور لولے لنگڑے یہاں موجود ہیں آپ ان کو اچھا کر کے دکھا دیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم اس وقت حیران تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کا کیا جواب دیں گے مگر جب آپ کی باری آئی تو آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا کہ میرا یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت مسیح ناصری ظاہری اندھوں اور ظاہری لولے لنگڑوں یا ظاہری کوڑھیوں کو اچھا کیا کرتے تھے بلکہ

میرا یہ عقیدہ ہے

کہ یہ سب معجزات روحانی رنگ میں ظاہر ہوتے تھے یعنی آپ روحانی کوڑھیوں اور روحانی اندھوں اور روحانی بہروں کو اچھا کیا کرتے تھے لیکن آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جسمانی اندھوں اور جسمانی لولوں لنگڑوں کو آنکھیں اور ہاتھ پاؤں دیتے تھے اور ظاہری کوڑھیوں کو اچھا کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف انجیل میں ہی حضرت مسیح ناصری کا یہ قول نظر آتا ہے کہ اگر تم میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا تو جیسے معجزات مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں ویسے ہی معجزات تم بھی دکھا سکتے ہو انجیل کے اس معیار کے مطابق ہم نے یہ آزمائش کرنی تھی کہ آیا آپ لوگوں میں اتنا ایمان بھی موجود ہے یا نہیں سو

ہم آپ کے بہت ممنون ہیں

کہ آپ اندھے، لولے، لنگڑے اکٹھے کر کے لے آئے ہیں اگر آپ لوگوں میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہے تو آپ ان پر حضرت مسیح ناصری کی سنت پر ان اندھوں اور لنگڑوں وغیرہ کو اچھا کر دیجئے۔ آپ نے جب یہ جواب دیا تو عیسائی ان اندھوں اور لولوں لنگڑوں کو کھینچ کھینچ کر باہر لے گئے اور جب آپ کی تقریر ختم ہوئی تو وہ سب غائب تھے۔ پس

حقیقت یہی ہے

کہ اللہ تعالےٰ کے انوار اسی شخص کو ملتے ہیں جو خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتا ہے پس میں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ روحانیت کی طرف توجہ کریں اور سمجھ لیں کہ اس وقت تک کوئی حقیقی ترقی نہیں ہو سکتی جب تک انسان خدا تعالےٰ کا نہ ہو جائے تم خدا تعالےٰ کا مقرب بننے کی کوشش کرو تا وہ تمہارا ہو جائے گا تو پھر کوئی چیز رکتی نہ جب وہ تمہارا بن جائیگا تو پھر کوئی چیز تمہیں ترقی کرنے سے نہیں روک سکتی۔

(الفضل ۲۰ جون ۶۲ء)

روحانی جماعتوں کی تدریجی ترقی

(بقیہ صفحہ ۲)

ذلیل نامراد رہ گئے اور یہی سب سے بڑی دلیل ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں ایک تازہ مثال دیکھئے کہ کشمیر کے حادثہ میں نہ جانے کتنے مسلمان لقمۂ اجل ہو گئے لیکن مرزا صاحب کا ایک متاز پیرو کو خدا تعالیٰ نے بال بال بچا لیا دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آتے ہیں جن کی ایک مثال لاہور کا زلزلہ ہے خدا اسکے رسول کی ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیاں اور نامرادیاں سامنے لائیے کس قدر زور دار تحریک اٹھی تھی اور ہمیشہ کیلئے ختم ہو کر رہ گئی۔

ترجمان القرآن اگست ۱۹۵۲ء (۱۹۵۸ء)

اب ادارہ تجلیو کے ہفت روزہ المنبر کے مدیر محترم ان حوالوں پر اور ثابت شدہ حقائق پر تحمل بالطبع ہو کر غور فرمائیں تو انہیں ایک طرف اسوۂ نبوی کے آئینہ میں احمدیت کی تدریجی ترقی میں اسکی صداقت نظر آ سکتی ہے اور دوسری طرف مخالفین احمدیت کے اپنے اقراری بیانات سے احمدیت کے زبردست چٹان ہونے کا ناقابل تردید ثبوت مل جاتا ہے جس سے ٹکرا ٹکرا کر یہ سب مخالفین اپنا سر پھوڑ چکے ہیں اور سوائے اُن ناکامیوں اور نامرادیوں کے جن کا انہیں خود اقرار ہے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ ہمارے خیال میں صرف انہی دو حوالوں پر غور کرنے کے بعد مدیر محترم کا مطالبہ کہ

"آپ ان حضرات کی ایک فہرست مہیا فرما دیں جن کا سر احمدیت کی چٹان سے پھٹا ہے"

(المنبر ۳ مئی ۶۲ء)

ان کے اپنے گھر سے پورا ہو گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ؏

لیجئے اب جماعت اسلامی بھی "جہاد" کی منکر ہوگئی

(از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس)

شہزادہ امن مسیح موعود کا ظہور

اس الحاد و دہریت اور مادیت کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی امن کے قیام و حفاظت کے لئے اپنے مامور شہزادہ امن مسیح موعود کو مبعوث فرمایا۔ جس کی زندگی کا ایک مقدس مشن ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق "یضع الحرب" جنگ و جدال کو روکنا بھی قرار دیا گیا تھا۔ جب اس مامور ربانی نے اسلام کی امن پسندانہ تعلیمات کو دلائل و براہین سے مزین کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تو مذاہب عالم میں ایک کھلبلی پڑ گئی مخالفین اسلام کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا۔ اور اسلام کا حسین چہرہ پھر آب و تاب سے چمکنے لگا۔

جہاد بالسیف کا مسئلہ

مختلف مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ جہاد بالسیف بھی تھا۔ جس کی آڑ لے کر مخالفین اسلام پر خطرناک اعتراضات کی بوچھاڑ کر کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کر رہے تھے تو دوسری طرف اس زمانہ کے نام نہاد علماء مسئلہ جہاد کی غلط تشریح کر کے ان مخالفین اسلام کے اعتراضات کی دانستہ یا نادانستہ تائید کر رہے تھے تب اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ المسیح الموعود علیہ السلام نے اسلام کی صحیح تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

(۱) یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے اور اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں۔ کہ وہ لوگ اپنے پُرجوش وعظوں سے عوام وحشی صفت کو ایک درندہ صفت بنا دیں اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی۔ اُن سب کا گناہ ان مولویوں کی گردن پر ہے۔ کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں جن کا نتیجہ دردناک خونریزیاں ہیں۔"

(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۵، ۶)

(۲) "اس وقت دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اُٹھانا سخت گناہ ہے۔ مگر ان وحشی سرحدیوں پر افسوس آتا ہے کہ وہ آئے دن جہاد کے نام سے بعض وارداتیں کر کے جو در اصل اپنا پیٹ پالنے کے لئے کرتے ہیں۔ اسلام کو بدنام کرتے ہیں اور ان میں غلط انداز ہوتے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کو ان وحشیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں چاہیئے۔"

(تبلیغ حق صفحہ ۱۶)

نیز فرمایا:-

(۳) "اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت کا رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلاء کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلا دیں۔ آنحضرت صلعم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔"

(مکتوب بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب مندرجہ رسالہ درود شریف صفحہ ۶۶)

علماء زمانہ کی شدید مخالفت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی بعثت کے وقت ہندوستان میں انگریزی حکومت کی عملداری تھی تب مخالفین احمدیت نے یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ چونکہ یہ شخص انگریزوں کی حکومت کے ماتحت ہے اس لئے اُن کی خوشامد کے لئے جہاد کا منکر ہے اور جہاد کی مخالفت کرتا ہے نہ صرف اُس زمانہ میں یہ اعتراض ہوا بلکہ آج بھی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں اور فرقوں کے علماء اور لیڈروں کی طرف سے جن میں جماعت اسلامی بھی شامل ہے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ایسے مخالفین کو اُس وقت جواب دیا کہ

"پس سنو! اے نادانو! میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کے لئے ہم پر تلوار چلاتی ہے۔ قرآن شریف کی رُو سے مذہبی جنگ کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔"

(کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۶۸)

مگر مخالفین اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور برابر شور مچاتے رہے کہ نعوذ باللہ یہ شخص جہاد کا منکر ہے۔ حالانکہ عملاً یہ علماء بھی تو کوئی جہاد نہیں کر رہے تھے۔ اُن کا اعتراض محض برائے اعتراض تھا۔

زمانہ بہترین اُستاد ہے

۱۹۴۷ء میں برصغیر ہندوستان دو حصوں میں بٹ گیا۔ پاکستان ایک اسلامی سلطنت قرار پایا۔ تو ہندوستان (بھارت) میں سیکولر حکومت (لا دینی حکومت) قائم ہوئی۔ بھارت میں غیر مسلموں کی اکثریت کی وجہ سے حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر غیر مسلموں کا ہی تقرر یا انتخاب عمل میں آیا۔ اور مسلمانوں کی اپنی آبادی کی نسبت سے کم و بیش پارلیمنٹ اسمبلیوں اور وزارتوں میں نشستیں حاصل ہوئیں بہر حال ارباب حل و عقد میں جن کو حکومت میں اقتدار حاصل ہے۔ اکثریت غیر مسلم احباب کی ہی ہے۔ تقسیم ہند و پاکستان کے نتیجہ میں حالات بدل گئے۔ اور ان بدلے ہوئے حالات کا اثر ہندوستان میں مقیم مسلمانوں کے نظریات، عقائد، تہذیب و تمدن اور افکار و اعمال پر بھی پڑا ہے۔ اور زمانہ جو کہ بہترین اُستاد ہے۔ اُس نے مسلمانوں کو کافی سبق بھی سکھا دیئے ہیں کاش مسلمان عبرت حاصل کریں

جماعت اسلامی کا عجیب و غریب موقف

جماعت اسلامی جس کا نصب العین اسلامی حکومت کا قیام ہے۔ اور جو جماعت احمدیہ کی مخالفت میں دیگر جماعتوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ آج اپنے نظریات و عقائد کی وجہ سے ایسے موقف میں آ گئی ہے کہ وہ حکومت ہند کی کڑی نگرانی میں ہے۔ اس جماعت کے طرز عمل۔ اور خطرناک نظریات کے بارہ میں کئی مرتبہ وزیر اعظم شری نہرو اور حالیہ وزیر داخلہ لال بہادر شاستری پارلیمنٹ میں بیان دے چکے ہیں۔ اور اب جماعت اسلامی کے ذمہ دار ارکان اپنی پوزیشن کو حکومت کے سامنے صاف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مسئلہ جہاد کے بارہ میں جماعت اسلامی کی وضاحت

مرکزی وزیر داخلہ مسٹر لال بہادر شاستری نے ۲۶ر جون ۱۹۶۲ء کو پارلیمنٹ میں جماعت اسلامی کے خلاف جو ریمارک کئے تھے اُس کے جواب میں "قیم جماعت اسلامی ہند مولانا محمد یوسف صاحب نے جو بیان اخبارات کے نام جاری کیا۔ اس میں مسئلہ جہاد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بدقسمتی سے مسٹر شاستری نے دو چیزوں یعنی اسلامی ریاست اور مسلم ریاست کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی ہے اول الذکر ریاست خدا کے احکامات پر تمام تر مبنی ریاست ہوگی۔ جبکہ آخر الذکر اپنے چلانے والوں کی خواہشات کے مطابق کام کرے گی۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ جماعت پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ ضرورت پڑنے پر مسلمانوں کو جہاد کے لئے تیار رہنے کو کہتی ہے۔ میری خواہش تھی کہ مسٹر شاستری نے اس مقدس اصطلاح کو ہمارے پرانے آقاؤں کی طرح استعمال نہ کیا ہوتا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان بھی اس لفظ کے غلط استعمال کیلئے کے لئے برابر کے ذمہ دار ہیں۔ اس حقیقت سے قطع نظر کہ جنگ کے معنی میں یہ جہاد ہندوستان جیسے ملک میں خارج از بحث ہے کیونکہ اس طرح کا کوئی عمل احکام خداوندی کی خلاف ورزی اور کوئی اقدام خودکشی کے مترادف ہوگا۔ ان حالات میں جبکہ نظریات کی تبلیغ کرنے اور گفت و شنید کے ذریعہ لئے علمی

گو اپنے حق میں ہموار کرنے کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس قسم کا کوئی بھی اقدام غیر دانشمندانہ حرکت کے مترادف ہوگا......

وزیر داخلہ کو مطلع کردوں کہ جہاد کی اصل یہ ہے کہ ہم حق کی سربلندی کے لئے جدوجہد کریں اور اُس کے لئے ہر کوشش جو مسلمان اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے جہاد ہے جنگ کے معنوں میں جہاد کرنے کے لئے اسباب اور شرائط ضروری ہیں جن میں سے کوئی بھی ہندوستان میں نہیں پایا جاتا۔ درحقیقت حکومت کو جماعت اسلامی کا مشکور ہونا چاہیئے کہ اُس نے جہاد کے نظریہ کو وضاحت اور صحت کے ساتھ پیش کرکے بہت سے نوجوانوں کو اس خیال میں مبتلا ہونے سے باز رکھا کہ حکومت یا غیر مسلموں کو پریشانی میں مبتلا کرنے والا ہر عمل جہاد ہے۔ میرے خیال میں وزیر داخلہ نے اس سلسلہ میں ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہوگا۔"

(ہماری آواز لکھنؤ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۵۶ء صفحہ ۳)

جماعت احمدیہ کی شاندار فتح الحمدللہ آج ایسے حالات میں جماعت اسلامی کو بھی مسئلہ جہاد کے متعلق من وعن اُسی تشریح و توضیح کو قبول کرنے کی توفیق ملی ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ساٹھ سال قبل بیان فرمائی تھی اور جس پر آج تک یہ علماء زمانہ معترض چلے آرہے تھے۔ اور یہ جماعت احمدیہ کی شاندار فتح ہے جماعت احمدیہ کو منکر جہاد ہونے کا الزام دینے والی جماعت آج خود منکر جہاد ہوگئی ہے۔ مرور زمانہ نے اس جماعت کو مجبور کردیا کہ وہ ماموربانی کے فیصلہ کے سامنے سرتسلیم خم کرے۔ مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت اسلامیہ ہند کے مذکورہ بالا الفاظ میں معمولی تغیر کرنے کے بعد انہی کے الفاظ میں ہم یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ "درحقیقت حکومت کو جماعت احمدیہ کا مشکور ہونا چاہیئے کہ اُس نے جہاد کے نظریہ کو وضاحت اور صحت کے ساتھ پیش کرکے بہت سے نوجوانوں کو اس خیال میں مبتلا ہونے سے باز رکھا کہ حکومت یا غیر مسلموں کو پریشانی میں مبتلا کرنے والا ہر عمل جہاد ہے میرے خیال میں وزیر داخلہ نے اس سلسلہ میں ہمارے لٹریچر کا مطالعہ کیا ہوگا"

کیونکہ یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہیں جماعت احمدیہ کا شائع شدہ لٹریچر اس پر شاہد ناطق ہے۔ ہمیں یقین واثق ہے وزیر داخلہ حکومت ہند اور قیم جماعت اسلامی ہند۔ جماعت

۲- احمدیہ اور جماعت اسلامی کے لٹریچر کا موازنہ کرنے کے بعد بھی اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔

قادیان میں ایک اور تربیتی جلسہ

ماریشس میں احمدیت کو رُوحانی غلبہ۔ حج کے ایمان افروز حالات

قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ر جون بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں زیر صدارت ملک صلاح الدین صاحب ایم-اے ایک اور تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ یہ جلسہ ماریشس سے آئے ہوئے ایک معزز احمدی دوست محمد سوفیا صاحب کے اعزاز میں منعقد ہوا۔ آپ کو اسی سال حج بیت اللہ کا بھی شرف حاصل ہوا۔ اور اس مبارک سفر کے ایمان افروز حالات سننے کی آپ سے درخواست کی گئی تھی۔ تلاوت قرآن پاک کے بعد صاحب صدر نے معزز مہمان کا تعارف کرایا اور ماریشس میں احمدیت کی تبلیغ کے مختصر تاریخی حالات پر روشنی ڈال اور بتایا کہ آج کل وہاں مکرم مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر کام کر رہے ہیں۔ اور احمدیت روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ یہاں تک کہ اب وہاں ایک کالج بھی احمدیہ جماعت کا قائم ہو چکا ہے۔

اس کے بعد مکرم محمد سوفیا صاحب نے نہایت دلچسپ انداز میں تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ ماریشس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ جماعت کو روحانی غلبہ حاصل ہو رہا ہے۔ جبکہ ہمارے دلائل کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسی ضمن میں آپ نے مختلف غیر احمدی علماء کا ذکر کیا جو ہندوستان اور پاکستان سے وہاں گئے۔ مگر احمدی علماء کے ساتھ وفات مسیح اور مسئلہ ختم نبوت پر بحث کرنے سے ہمیشہ ہی گریز کی راہ اختیار کرتے رہے ہیں۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ یہی حال عیسائی مشنریوں کا ہے۔ وہ بھی احمدیوں سے مذہبی گفتگو کرنے سے ڈرتے ہیں بحث کے وقت جونہی کسی کو اسبات کا علم ہوجائے کہ میرا مدمقابل احمدی ہے تو اس کی حالت دگرگوں ہوجاتی ہے آپ نے بتایا کہ ہماری جماعت کی تنظیم کی تو ماریشس میں دھاک بیٹھ چکی ہے چنانچہ گذشتہ ایام میں جب وہاں کی جماعت میں وہاں کے کچھ لوگوں نے ایک فتنہ کھڑا کیا تو حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چالیس افراد کو اُن کی بے ضابطگیوں کے باعث جماعت سے خارج کردیا۔ جس پر وہاں کے سب مخالفین بھی حیران و ششدر رہ گئے کہ باوجود چھوٹی سی جماعت ہونے کے اتنے آدمیوں کا یکدم اخراج ان کی اعلیٰ تنظیم پر دلالت کرتا ہے۔ تقریر کے اس حصہ کے اختتام پر آپ نے بتایا کہ جماعت کے اعلیٰ تعلیمیافتہ طبقہ میں اثر و نفوذ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ وہاں ہر طبقہ کے افراد کی طرف سے ہماری باتوں کو بڑے غور سے سُنا جاتا ہے۔ ہمارے جلسوں میں ہر طبقہ اور ہر مذہب کے لوگ خاص تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔

چونکہ ہمارے یہ معزز مہمان اپنے وطن سے حج بیت اللہ کی غرض سے روانہ ہوئے تھے۔ چنانچہ ایام حج میں انہیں اس نعمت سے متمتع ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ اسلئے تقریر کے دوسرے حصہ میں آپ نے اس مبارک سفر کے ایمان افروز حالات سے سامعین کو محظوظ کیا آپ نے آپ بیتی کے رنگ میں مناسک حج کی تفصیل بتائی اور تاریخ وار بیان کیا کہ وہ کس کس مقام پر کس کس تاریخ کو پہنچے کس طرح فریضہ حج کو ادا کیا۔ آپ نے بتایا کہ اسی سال حج کے لئے گئے ہوئے دیگر چھ سات احمدی احباب سے مل کر مناسک حج ادا کرنے اور اجتماعی دعاؤں اور نمازوں میں بڑا ہی لطف و سرور حاصل ہوا۔

آخر میں صاحب صدر نے معزز مہمان کا شکریہ ادا کیا اور حضرت حاجی محمد دین صاحب نے دعا کرائی۔

(مرتبہ خاکسار بشیر احمد ناصر بی-اے گیانی قادیان)

ایک امریکن احمدی کی قادیان میں تشریف آوری

مکرم ڈاکٹر نجیب محمود صاحب پانڈے جو امریکہ میں الینائس سٹیٹ کے جنرل ہسپتال میں سرکاری ملازم ہیں۔ زیارت مقامات مقدسہ کے لئے ۲۸ر جون کو قادیان تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بمبئی کے باشندے اور معزز خاندان کے فرد ہیں۔ انہوں نے امریکہ کے قیام کے دوران واشنگٹن میں اسلامیات کا مطالعہ کیا اور ہمارے مبلغ مکرم چوہدری غلام یٰسین صاحب کے ذریعہ مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اور احمدیت کو قبول کرلیا۔ وہ پچھلے سال اپنے رشتہ داروں سے ملنے بمبئی تشریف لائے تھے۔ ان کی ہونے والی بیوی مس ایلین لیپاٹ نرگس نے بھی اسلام کو قبول کیا اور ۲۶ر جون کو ہندوستان آگئیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف اور یہ امریکن مسلمان خاتون مورخہ ۲۸ر جون کو قادیان وارد ہوئیں۔ اور خاتون نے احمدیت کو بھی قبول کرلیا۔

یہاں اُن کی شادی اسلامی طریق کے مطابق عمل میں آئی اور نکاح۔ رخصتانہ اور ولیمہ کے بعد ۲ر جولائی کو قادیان سے واپس تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے مورخہ یکم رجولائی کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں اپنے قبول اسلام کے واقعات بھی سنائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اخلاص میں برکت ڈالے اور بخیریت منزل مقصود پر پہنچائے۔ آمین۔

جمشید پور میں جلسہ یوم خلافت

دیگر جماعتوں کی طرح جماعت احمدیہ جمشید پور نے بھی مقررہ تاریخ پر جلسہ یوم خلافت منایا۔ اور تقاریر ہوئیں۔ بوجہ عدم گنجائش تفصیل رپورٹ درج کئے جانے سے معذوری ہے۔

شاہانِ اسلام کی رواداریاں

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۶۱ء پر مکرم مولوی صاحب نے اسی موضوع پر تقریر کی تھی وہ تقریر مضمون کی شکل میں مرتب کر کے بغرض اشاعت بھیجی ہے جسے قسط وار شائع کیا جاتا ہے ——— (ادارہ)

چودہ سو سال پہلے اسلام نے دنیا کو ایک فلسفۂ زندگی سے روشناس کیا۔ اس میں تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل کے ساتھ ساتھ سیاست ملکی کے آداب بھی سکھائے گئے ہیں۔ مسلمان یہی فلسفہ زندگی لے کر ایشیا، افریقہ اور یورپ کی طرف بڑھے۔ اور اسی فلسفے کا نام لے کر بڑی بڑی بادشاہتیں قائم کیں۔ اگر ان تمام چھوٹی بڑی بادشاہتوں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ اور اگر ان تمام چھوٹے بڑے بادشاہوں۔ نوابوں اور امراء کی فہرست مرتب کی جائے تو یہ تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہ جنہوں نے ایشیا، افریقہ اور یورپ کے خطوں پر حکومت کی اور اپنے زمانے کے شہنشاہ اور سمراٹ کہلائے۔ ان کی تعداد بھی سو کے لگ بھگ ہے۔ میں اس مختصر سے وقت میں ان تمام بادشاہوں کی رواداری کی ایک ایک مثال بھی پیش کرنا چاہوں تو نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں خلافتِ راشدہ۔ دولت امویہ اور دولت عباسیہ وغیرہ سے قطع نظر کر کے "سلاطین ہند" کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے ہمارے وطن عزیز اور اس سرزمین پر بسنے والی مختلف قوموں کے ساتھ کیا سلوک کئے۔ اور رعایا سے ان کے تعلقات کیسے رہے۔ اس جگہ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان تعلقات کی ایک حد بندی یا ان کی ایک معین تعریف بھی کر دوں۔

رعایا کی تہذیب عقاید زبان۔ لباس ایک ملک کے بادشاہ کے ماتحت ملک کی مختلف قومیں بستی ہیں۔ ہر قوم کے کچھ مخصوص عقائد ہوتے ہیں ایک خاص زبان ہوتی ہے۔ اور خاص لباس ہوتا ہے۔ بادشاہ اور رعایا کے خوشگوار تعلقات کے معنی یہ ہیں کہ جو قوم اپنی تمدنی خصوصیات کو زندہ رکھنا چاہے۔ بادشاہ رعایا کے اس حق کو تسلیم کرے۔ تمدنی خصوصیات کے زندہ رکھنے میں ان کی مدد کرے اور کسی حیلے بہانے یا کسی مخفی ذریعہ سے ان خصوصیات کو مٹانے کی کوشش نہ کرے۔

تجارت، زراعت ملازمت اسی طرح ایک عادل بادشاہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ ملک کی تمام قوموں کو تجارت۔ زراعت اور ملازمت کے مواقع فراہم کرے۔ جب کوئی بادشاہ اپنا یہ فرض منصبی ادا کرتا ہے تو اس وقت ہم اس کو عادل کے ساتھ ساتھ روادار بھی کہتے ہیں۔ میں اپنے ذہن میں حاکم و محکوم اور بادشاہ اور رعایا کے خوشگوار تعلقات کا یہ تصور قائم کر کے اب سلاطین سند کی طرف آتا ہوں۔

محمد بن قاسم

ہندوستان کی طرف سب سے پہلے جس مسلمان سپہ سالار نے کامیاب پیشقدمی کی۔ اس کا نام محمد بن قاسم ہے ذی ۹۳ھ بمطابق ۷۱۲ء کا واقعہ ہے۔ اور دولت امویہ کا زمانہ۔ حجاج بن یوسف اموی سلطنت کے مشرقی علاقوں کا گورنر تھا۔ وقت کے بعض حالات سے مجبور ہو کر حجاج نے اس نوجوان سپہ سالار کو سندھ کی طرف پیشقدمی کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ فتح نصیب کمانڈر ایک طویل جد و جہد کے بعد سندھ۔ ملتان اور اس پر قابض ہو گیا۔ جب سندھ وستان کے یہ خطے اس کے زیر نگیں آ گئے۔ تو ان کے سامنے سب سے پہلے بت خانوں کا معاملہ آیا۔ اور یہ سوال پیدا ہوا کہ ان بت خانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ انہوں نے اس مسئلہ میں علماء بغداد کی طرف رجوع کیا۔ ان بت خانوں کی رسوم و آداب سے آگاہ کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ

ما البدّ الا ککنائس النصاریٰ و بیع الیہود و بیوت نیران المجوس

بت خانے یہود و نصاریٰ کے کنیسہ اور مجوسیوں کے آتشکدہ کی طرح ہیں

(تاریخ بلاذری)

اور جس طرح ہم ان عبادت گاہوں کی حفاظت کرتے آ رہے ہیں اسی طرح ان بت خانوں کی حفاظت کریں گے۔ محمد بن قاسم نے بت خانوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا ان میں ملتان کا بت خانہ قابل ذکر ہے

ملتان کا بت خانہ اس زمانے میں "ملتان" میں ایک بڑا بت خانہ تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سورج دیوتا کا مندر تھا اور بعض اس کو مہاتما گوتم بدھ کا دوار کہتے ہیں۔ حقیقت کچھ بھی ہو لوگ دور دراز سے اس کی پوجا پرستش کرنے آتے تھے۔ وہ بت لکڑی کا تھا۔ مگر دونوں آنکھوں کی جگہ پر دو قیمتی پتھر تھے۔ اور دونوں ہاتھوں میں دو قیمتی کنگن۔ خود محمد بن قاسم اس مندر کے اندر گیا اور اعلان کیا کہ اس بت کی جس طرح پہلے پوجا ہوتی تھی اب بھی ہوا کرے گی۔ چنانچہ مسلمانوں کے عہد میں بھی یہ مندر مرجع خلائق بنا رہا۔ اور عربی تاریخ کی مشہور کتاب "کامل ابن اثیر" میں تو ایک ایسی بات لکھی ہے جسے پڑھ کر سخت حیرت آتی ہے۔ یعنی یہ کہ کچھ دنوں کے بعد مسلمان بھی اس بت اور بت خانے کا طواف کرنے لگے۔ اور یہ کہنے لگے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کا مجسمہ ہے۔

برہمن آباد کے برہمنوں کا وفد

تاریخ میں آتا ہے کہ جب محمد بن قاسم کا برہمن آباد[1] پر تسلط ہو گیا تو برہمنوں کا ایک وفد ان کے سامنے آیا۔ اور اپنے حقوق کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم قوم کے معزز افراد ہیں۔ اور ہمارا راجہ چچ و ہمارا راجہ داہر کے زمانے میں سلطنت کے اعلیٰ عہدے ہمارے سپرد تھے۔ محصول چنگی کی وصولی اور نگرانی پر ہم ہی مقرر کئے جاتے تھے۔ انہوں نے درخواست کی کہ ہمارا یہ خاندانی اعزاز قائم رکھا جائے۔ محمد بن قاسم نے ان برہمنوں کی درخواست قبول کر لی۔ اور ان برہمنوں کو پرانے عہدوں پر مامور کر دیا۔

(تاریخ ذکاء اللہ وغیرہ)

برہمنوں کا دوسرا وفد

اس برہمن آباد میں محمد بن قاسم کے سامنے برہمنوں کا دوسرا وفد آیا۔ اور اس نے کہا کہ اس جنگ و جدل کے باعث ہمارے بت خانے اجڑ گئے ہیں۔ اب کوئی پوجا پاٹ کے لئے مندر نہیں آتا۔ ہماری آمد کے ذرائع بھی مسدود ہو گئے ہیں۔ آپ ایک فرمان صادر کریں کہ لوگوں کو یقین دلائیں کہ مندروں کو عبادت اور پوجا پاٹ کی مکمل آزادی ہے۔ وہ جس طرح چاہیں بتوں پر جا کر پوجا کریں۔ اور نذرانہ چڑھانا چاہیں ان بتوں پر چڑھائیں۔ محمد بن قاسم نے ان برہمنوں کی یہ درخواست قبول کی۔ اور اسی مضمون کا ایک فرمان جاری کیا۔ جس کے بعد مندروں میں پھر پہلی جیسی چہل پہل ہو گئی۔

محاصل کا تین فیصد برہمنوں کے لئے محمد بن قاسم کی رواداری کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ راجہ چچ اور راجہ داہر کے زمانہ میں ملکی محاصل کا تین فیصد ان برہمنوں کے لئے مخصوص ہوتا تھا تو محمد بن قاسم نے اعلان کیا کہ برہمنوں کا یہ حق بھی تسلیم کیا جاتا ہے اب بھی ملکی محاصل کا تین فی صد برہمنوں کے لئے مخصوص ہوگا۔

(تاریخ سندھ از ہاشمی وغیرہ)

بھکشوؤں کی گداگری

سندھ میں محمد بن قاسم کے سامنے ایک سوال آیا۔ اور وہ بدھ بھکشوؤں کا سوال تھا۔ اس وقت سندھ میں بودھوں کی بڑی آبادی تھی۔ جنہیں عربی میں "سمنیہ" کہتے ہیں۔ ان بھکشوؤں کا طریقہ مذہبی شعار یہ تھا کہ وہ ہاتھ میں برتن لے کر در در بھیک مانگا کرتے تھے۔ لیکن اس عہد کی اسلامی سلطنت میں گداگری ممنوع تھی۔ اس لئے محمد بن قاسم نے ارادہ کیا کہ ان کو بھیک مانگنے سے روک دیا جائے۔ مگر جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ یہ ان لوگوں کا مذہبی وظیفہ ہے اور اس کے منع کرنے سے ان کے مذہب میں مداخلت ہوگی تو انہوں نے ان بھکشوؤں کو اسی طرح بھیک مانگنے کی اجازت دے دی۔ (عرب و ہند کے تعلقات)

طریق حکمرانی محمد بن قاسم کے سامنے سب سے اہم سوال طریق حکمرانی کا تھا۔ حکومت کا ڈھانچہ کیسا ہو امور مملکت میں غیر مسلم رعایا شریک ہو یا نہیں اور دیوانی، فوجداری معاملات کا تصفیہ کن قوانین کے ماتحت ہو۔

سچ پوچھئے تو بادشاہ اور رعایا کے تعلقات کا ماحصل یہی ہے۔ یہیں آ کر کبھی ان دونوں کے تعلقات چٹان سے زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی دھاگے سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوتے ہیں۔

جمہوریت کی بنیاد پہلے سوال کا محمد بن قاسم نے یہ حل پیش کیا کہ امور مملکت میں ملک کے تمام باشندوں کو شریک ہونے کا حق ہے۔ انہوں نے ایک اعلان کیا کہ تبدیلی حکومت کے باعث بہت سے قابل ہندو، برہمن امور مملکت سے کنارہ کش ہو کر گھر بیٹھ گئے ہیں انہیں ہمارے سامنے آنا چاہیئے۔ میں انہیں کاروبار مملکت میں شریک کروں گا۔ اس اعلان کے بعد جو قابل اور تجربہ کار ہندو محمد بن قاسم کے پاس آیا۔ انہوں نے اس

---

[1] برہمن آباد کا اصل نام کچھ اور ہوگا۔ مگر مسلمانوں نے یہی ترجمہ کیا جیسے "چندن اوتار" کا "صندل نزول" اور جے سنگھ کا المظفر بالا مسلسل بند

——— (باقی)

. . . . کرسی

کامیدلی شعر ... بر نائز کیا۔ یعنی محمد بن قاسم سے وقت یہ اصول تسلیم کر لیا گیا کہ حکومت کے کاروبار میں تمام قوموں کو شریک کرنا چاہئے۔ (تاریخ ذکاء اللہ وغیرہ)

دیوانی و فوجداری معاملات

دوسرا اہم مسئلہ فوجداری و دیوانی معاملات کا تھا۔ اگر محمد بن قاسم چاہتا تو ہندوؤں کو بھی اسلامی قوانین کا پابند بناتا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی تعزیرات اور معاملات کا فیصلہ قاضی شریعت اسلامی کے مطابق کرے گا۔ اور ہندوؤں کی تعزیرات و معاملات کا فیصلہ ایک ہندو پنچایت کرے گی اسی لئے محمد بن قاسم کے زمانے میں ... قومی پنچایت کو اہمیت حاصل ہو گئی۔ (تاریخ ہاشمی وغیرہ)

یہ پہلا موقعہ تھا کہ آج سے ٹھیک تیرہ سو برس پہلے متحدہ ہندوستان کے ایک خطے پر جو اب مغربی پاکستان کا علاقہ ہے مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ اور ہندوؤں کو اسلامی حکومت کا ایک نمونہ دکھایا گیا۔ مسلمانوں کی سیرت نے ہندوؤں کے دلوں پر کتنا اثر کیا۔ اس کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب محمد بن قاسم سندھ سے واپس ہوا تو ایک علاقہ "کیراج" کے لوگوں نے اس کا بت بنایا اور اس کی پوجا شروع کی۔

(تاریخ ہند از ذکاء اللہ وغیرہ)

خیر محمد بن قاسم تو ہندوستان سے چلا گیا۔ مگر وہ بیج رواداری اور رعایا پروری کے ذریعہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد و دوستی کا تعلق قائم کر گیا۔ یہ حکومت جس کی داغ بیل محمد بن قاسم نے سندھ کی سرزمین میں ڈالی۔ عباسی خلیفہ معتمد باللہ کے زمانے میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی جگہ چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں رہ گئیں۔ جن پر کبھی قرامطہ اور کبھی بنو فاطمہ نے قبضہ کیا۔ سندھ کی اس اسلامی حکومت کی مدت سو سال سے متجاوز نہیں ہوئی مگر مسلمان اس کے بعد بھی اس سرزمین پر بستے رہے۔ اور اس سے پہلے کہ تین سو برس کے بعد ہندوستان پر سلطان محمود غزنوی کا حملہ ہوا۔ ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہندوستانی قوم کی طرح پھیلے پھولتے رہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند اپنی معرکۃ الآرا تصنیف تلاش ہند میں اس تین سو سالہ مدت کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"اب تک (یعنی محمود غزنوی سے پہلے) تقریباً تین سو برس تک اسلام نہ ہب کی حیثیت سے پرامن طور پر پھیلا تھا۔ اور ہندوستان کے مذاہب میں بغیر کسی اختلاف و تصادم کے اپنی جگہ حاصل کر لی تھی"۔ (تلاش ہند)

سلطان محمود غزنوی

محمد بن قاسم کے تین سو سال بعد ہندوستان پر سلطان محمود غزنوی کا حملہ ہوتا ہے۔ ان کے حملہ میں سومنات کا حملہ سب سے مشہور ہے۔ یہ ان کا سترہواں حملہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس حملے میں انہوں نے سومنات کے بت کی ناک توڑی اور پیٹ کو پھاڑا۔ اور اس کا صندلی دروازہ اٹھا کر غزنی لے گیا۔ حالانکہ سومنات کے مندر میں جس چیز کی پوجا ہوتی تھی اس کی ناک ہوتی ہے نہ پیٹ وہ لنگ کے بارہ مندروں میں سے ایک تھا۔ صندلی دروازے کا افسانہ بھی ایک انگریزی عہد کی ایجاد ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر نہایت سیاسی اثر کے علاوہ اور کوئی اثر نہیں چھوڑا۔ ان کی اولاد میں سلطان مسعود قابل ذکر ہے۔ جن کے نام پر ابوریحان البیرونی نے قانون مسعودی لکھی جو ریاضی کی ایک اہم کتاب سمجھی جاتی ہے۔ سلطان محمود ارباب سیاست کے علاوہ دینداروں اور علماء کے حلقے میں بھی بڑا معزز سمجھا جاتا تھا اس زمانے کے ایک فقیہ "ابو محمد ناصحی" نے بھی اپنی ایک فقہی تصنیف کو انہیں کے نام پر معنون کیا ہے جو کتاب مسعودی کے نام سے موسوم کیا ہے۔

(تاریخ ہند از ہاشمی)

سلطان مودود | اس کے بعد سلطان محمود غزنوی کا پوتا سلطان مودود قابل ذکر کہا جا سکتا ہے مگر یہ سارا خاندان خانہ فتنی اور قبائلی خانہ جنگی میں کچھ اس طرح مصروف رہا کہ اس کو ہندوستان میں کوئی ٹھوس اور مضبوط نظام حکومت قائم کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ پھر بھی چند ایسے واقعات ہیں جن سے ہم کو اس اندھیرے میں روشنی ملتی ہے۔ جیسے سلطان محمود غزنوی کا سومنات کی حکومت ایک ہندو بزرگ کے سپرد کر دینا جن کا نام "داب شلیم" بتایا جاتا ہے۔

البیرونی | سلطان محمود کا ابوریحان البیرونی ز مجلس علماء کا صدر بنا ہوا ہو ہندوستان علوم و حکمت میں یگانہ روزگار تھا اور جس نے اٹھارہ سال تک ہندوستان میں رہ کر سنسکرت سیکھی تھی اور سنسکرت لٹریچر کا مطالعہ کیا تھا۔

سپہ سالار تلک | سلطان مسعود کا ایک مرتبہ ہندوستانی افواج کا سپہ سالار ایک ہندو حجام کا بیٹا تھا جس کا نام تلک تھا۔ اور جو نیچ اقوام سے تھا۔ مگر اپنی ذہانت۔ استعداد اور انتظامی صلاحیت کے باعث دربار غزنی میں اعلیٰ عہدہ پر پہنچ گیا۔

ہندی کا پہلا مسلمان شاعر اور پنج تنتر کا ترجمہ | اس ادب اور ثقافت کے دور میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہندی کا پہلا مسلمان شاعر دولت غزنویہ ہی میں پیدا ہوا۔ ان کا نام مسعود سعد سلمان ہے۔ یہ پہلے شاعر تھے جنہیں ہندی شاعری کے باعث دربار غزنی کے صدر نشینوں کی صف میں شامل کیا گیا سنسکرت کی مشہور کتاب پنج تنتر کا ترجمہ جو پہلا فارسی ترجمہ بھی دولت غزنویہ ہی کے عہد میں ہوا۔

(تاریخ ہند از ہاشمی)

تاریخ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دولت غزنویہ کی راجدھانی غزنی میں ہندوؤں کی بڑی عزت تھی۔ سلطان محمود غزنوی کی زندگی ہی میں اتنے ہندو غزنی جا کر بس گئے تھے کہ غزنی ہندوستان کا ایک شہر مشہور ہو گیا تھا۔ اس جگہ تاریخ ابن خلکان کا یہ جملہ یاد رکھنے کے لائق ہے جو پورے افغانستان کے متعلق ہے۔

وہی ناحیۃ من بلاد الہند

یعنی یہ ملک ہند کا ایک صوبہ ہے

گجرات کو راجدھانی بنانے کا ارادہ | سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان سے جتنی محبت تھی اس کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے غزنی کو چھوڑ کر گجرات کو سلطنت غزنی کا پایہ تخت بنانا چاہا اگر اس کے فوجی سپاہی اس ارادہ کی مخالفت نہ کرتے تو "قطب الدین ایبک" سے پہلے ہندوستان کی راجدھانی ہندوستان میں قائم ہو جاتی ...

سلطان شہاب الدین غوری

گنگ جمنگ دو سو سال تک دولت غزنویہ کا ہندوستان کے ایک خطہ پر قبضہ رہا۔ جس کو اب مغربی پاکستان کہتے ہیں۔ لیکن اب ہندوستان میں اس جلیل القدر فرماں روا کا ستارہ اقبال طلوع ہونے والا ہے جو تاریخ ہند میں سلطان شہاب الدین غوری کے نام سے مشہور ہے۔ اس جلیل القدر فاتح نے سنہ ۵۸۸ھ / ۱۱۹۱ء میں ہندوستان کی طرف پیشقدمی کی۔ اگرچہ ہندوستان میں اس کی زندگی بہت ہی مختصر ثابت ہوئی۔ یہ جب ہندوستان کی تیسری مہم سے فارغ ہو کر سنہ ۶۰۲ھ / ۱۲۰۶ء میں لاہور سے غزنی جا رہا تھا تو دریائے سندھ کے ایک مقام پر چند فدائیوں نے رات کی تاریکی میں سلطان کے خیمے پر حملہ کر کے اس کو شہید کر ڈالا۔ پس یہ پہلا دن ہے کہ ہندوستان کا تعلق بیرونی دنیا سے منقطع ہو گیا۔ یعنی ہندوستان کو استقلال حاصل ہو گیا۔ اس سے پہلے دمشق۔ بغداد غزنی اور غور ہندوستان کا پایۂ تخت تھا۔ اور ہندوستان کے متعلق وہاں سے فرمان آتے تھے۔ مگر اب ہندوستان کا پایۂ تخت دلی بنا۔ بیرونی بادشاہوں کو اب تک ہندوستان پر جو آقائیت حاصل تھی وہ ختم ہو گئی۔

خوارزم شاہ کا غوری خاندان کو ختم کرنا

قصہ یہ ہوا کہ سلطان شہاب الدین غوری کے بعد خوارزم شاہ نے غوری خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ سلطان شہاب الدین کے وہ نواب جن کو انہوں نے ہندوستان میں اپنا نائب بنایا تھا۔ اب مستقل بادشاہ بن گئے اور ہندوستان کا یہ استقلال چھ سو سال یعنی انگریزی راج کے تسلط تک قائم رہا۔

ہندوستان کا پہلا مستقل بادشاہ

ہندوستان کا پہلا آزاد مستقل بادشاہ "قطب الدین ایبک" ہے۔ یہ سلطان شہاب الدین کا تربیت یافتہ غلام تھا۔ اس کی تخت نشینی کو تاریخ ہند میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی تاجپوشی کے بعد ہندوستان میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اب مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان پر حکمرانی کے لئے اپنی ایک خاص پالیسی وضع کی حکمرانی کا ایک ترقی یافتہ اور سلجھا ہوا نقشہ ان کے سامنے آیا۔ تمام قوموں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی ضرورت محسوس ہوئی اور متحدہ قومیت و متحدہ ہندوستان کے خیال نے جنم لیا۔

(باقی)

درخواست دعا۔ میری اہلیہ صاحبہ ۴ ماہ سے بہت زیادہ خطرناک بیماری میں مبتلا چلی آ رہی ہے اور مورخہ ۲۲/۶/۶۲ سے امرتسر ہسپتال میں داخل کرا دی گئی ہے اور چھوٹی بچی بھی اداس ہو رہی ہے [illegible]

یادِ رفتگان

بھدرک کے ایک مخلص احمدی شیخ کفایت اللہ صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر

افسوس کہ جماعت بھدرک کے پرانے مخلص بزرگ جناب شیخ کفایت اللہ صاحب ۳ و ۴ رجون ۱۹۶۲ء کی درمیانی رات اپنے مولا حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بوقتِ وفات آپ کی عمر ۶۲ سال تھی۔ آپ ۱۹۲۳ء میں بیعت کر کے داخلِ سلسلہ ہوئے۔ بھدرک میں احمدیت کی بنیاد اس سے صرف ایک دو سال پہلے پڑی تھی۔ اس وقت تک صرف دو چار اشخاص احمدیت سے مشرف ہوئے تھے۔ اس طرح بھدرک کے پندرہ بیس ہزار غیر احمدی مسلمانوں میں سے جن سعادتمندوں کو اللہ تعالیٰ نے اوائل میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اُن میں سے آپ بھی تھے۔ اس وقت مخالفت کا جو عالم تھا ہم لوگ جو بعد میں آئے اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ہر طرف سے دھمکی اور لعنت و ملامت کا سامنا ہوتا تھا۔ نہ مسجد تھی نہ قبرستان۔ اگر کسی احمدی بچے کی بھی وفات ہو جاتی تو غیر احمدی لوگ قبرستان میں دفن کرنے نہیں دیتے تھے۔ بعض لاشوں کو تو انہوں نے قبرستان میں دفن کرنے سے روکا۔ مرحوم بیان فرماتے تھے کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد جو تجارت وہ غیر احمدیوں کے ساتھ مل کر کرتے تھے اس سے ان کو روک دیا گیا لہذا وہ بیل گاڑی چلا کر بڑی مشکل سے گذارہ کرتے۔

مرحوم کے احمدیت قبول کرنے کے چند ہی دنوں بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بڑا بھاری نشان آپ کے ذریعے دکھایا۔ آپ جس محلہ شنکر پورہ کے رہنے والے تھے اسی محلہ کا ایک غیر احمدی محبوب نامی کٹر مخالف تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بڑے گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا اور گندے الفاظ میں گالی گلوچ کیا کرتا تھا۔ مرحوم اس مخالف کے توہین آمیز الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں سنکر بوجہ ایمانی غیرت سخت جوش میں آ گئے۔ اور یہ طے پایا کہ اسی وقت دونوں بطور مباہلہ حلف اٹھائیں۔ سردی کا موسم اور رات کے آٹھ نو بجے کا وقت تھا۔ مرحوم نے اسی وقت غسل کیا، غیر احمدیوں کی مسجد واقع شنکر پورہ میں قرآن کریم ہاتھ میں لے کر یہ حلف لیا کہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جلوہ دکھا دی۔ میں سچا سمجھتا ہوں اگر وہ جھوٹے ہیں تو اے خدا تعالیٰ تو مجھے آٹھ دنوں کے اندر ہلاک کر دے۔ (ہمارے مرحوم بھائی نئے نئے احمدی ہوئے تھے اور شرائطِ مباہلہ سے واقف نہ تھے) اسی طرح مخالف نے بھی حلف اٹھا کر کہا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہوں تو اے خدا تو مجھے آٹھ دنوں کے اندر ہلاک کر دے۔ اس کے بعد مرحوم نے آ کر جماعت کے لوگوں کو حالات سنائے۔ احباب جماعت نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تمام حالات لکھے۔ حضور کی طرف سے جواب آیا کہ نتیجہ تو ضرور ان شاء اللہ نکلے گا مگر وقت کی پابندی نہیں کی گئی۔ اس کے چند ہی دنوں بعد وہ مخالف بیمار ہو گیا اور اس کا منہ بگڑ کر بڑا ہو گیا اور بھدرک سے لاپتہ ہو گیا۔ ابھی چھ مہینے بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ پٹنہ سے ایک شخص نے لکھا کہ بھدرک شنکر پورہ کا فلاں شخص جو پٹنہ کے ہسپتال میں پڑا تھا انتقال کر گیا۔

مرحوم اس نشان کو اکثر موافق و مخالف کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت میں بڑے زور سے پیش کیا کرتے تھے۔

مرحوم نے قبولِ احمدیت کے بعد اپنے اندر بھاری تبدیلی پیدا کر لی۔ جو دیکھتے حیران رہ جاتے کہ کیا یہ وہی شخص ہے جو احمدیت سے پہلے تھا۔ احمدیت سے پہلے مجال نہ تھی کہ کوئی ان کے سامنے ایک لفظ بھی سختی کے ساتھ بول سکے مگر احمدیت کے بعد یہ حالت تھی کہ راستے سے گذر رہے ہیں تو مخالف ہنسی مذاق اور لعن طعن کر رہے ہیں مگر یہ "ابدال" خاموشی سے برداشت کئے چلا جا رہا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا شیر کے منہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمانی لگام دے دی ہے۔ دخترِ رز کا عاشق اس کی بو سے کوسوں دور بھاگ رہا ہے۔ مسجد میں باجماعت نماز ادا کر رہا ہے۔ شرابیوں اور غنڈوں کا ہمنشین یکسر بدل کر آج صالحین کی مجلس میں بیٹھ کر احمدیت کی تعلیم سے لطف اٹھا رہا ہے۔ مرحوم نماز کے اس قدر پابند ہو گئے کہ مرض الموت میں بھی آخر تک نماز پنجگانہ ادا کرتے رہے۔ علاوہ چندہ عام کے جماعت کی ہر ایک تحریک میں حصہ لیتے۔ اپنے وعدہ کے اس قدر سچے تھے کہ جب وہ کسی چندہ کے متعلق وعدہ کرتے تو ہم لوگ آپس میں کہا کرتے کہ اب تو یہ رقم پکی ہو گئی یعنی اس کی وصولی یقینی ہو گئی۔ اور وصولی بھی وعدہ کے ساتھ یا بہت ہی جلد۔

مرحوم معمولی سی اڑیہ پڑھے تھے اردو نہیں جانتے تھے مگر احمدی عالموں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر احمدیت کے دلائل سے اس قدر واقف ہو گئے تھے کہ بعض اچھے پڑھے لکھے بھی اس قدر واقف نہ ہوں گے۔ جو مخالف ملتا اسے دھڑلے سے تبلیغ احمدیت کرتے اور بلا روک ٹوک قرآن اور احادیث کے دلائل پیش کرتے۔ مرض الموت میں بھی تبلیغ کیا کرتے تھے اگر کسی کو نہ پاتے تو پڑوس کے ایک چند دادا نامی غیر احمدی نوجوان لڑکے کو بلا کر اپنے پاس بٹھلاتے اور اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کرتے۔ ان کے ایک لڑکے نے ان سے پوچھا کہ آپ اس بچے کو کیا تبلیغ کر رہے ہیں مرحوم نے جواب دیا کہ ہمارا کام درختوں اور دیواروں کو بھی سنانا ہے، نتیجہ خدا کے ہاتھ۔ دین کے معاملہ میں مرحوم بڑے جری تھے۔ مخالفوں پر ان کا بڑا رعب تھا۔ ۱۹۴۶ء میں مولوی اسمٰعیل سونگڑوی نے بھدرک میں آ کر سخت مخالفت کا طوفان برپا کیا۔ نوبت یہاں [illegible] بول چال سلام و کلام سب بند کر دیئے گئے۔ مرحوم کا منجھلا لڑکا شیخ عبدالحمید جو اس وقت کسی کی دکان پر ریڈی میڈ Ready made کی سلائی کرتا تھا مخالفت کی وجہ سے اس لڑکے کو وہاں کام کرنے سے روک دیا گیا مگر مرحوم فوراً ایک سلائی کی مشین خرید لائے اور لڑکے کو علیحدہ دکان بنا دی اور وہ آزادانہ طور پر کام چلانے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں کافی برکت دی۔ ان کا یہ جوش دیکھ کر ایک غیر احمدی مخالف جو مرحوم کا رشتہ دار بھی ہے اس واقعہ کا ذکر کر کے اپنے لوگوں کو کہنے لگا کہ احمدیوں کا ایمانی جوش دیکھو کہ وہ تمام لوگوں سے لاپرواہ ہیں لیکن ہم لوگ مداہنت کرتے ہیں۔

اسی سنہ ۱۹۴۶ء کا ذکر ہے کہ سونگڑہ میں احمدیوں اور غیر احمدیوں میں مناظرہ طے پایا۔ شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے غیر احمدی لوگ مولوی اسمٰعیل وغیرہ کو ساتھ لے کر قاضی ہاٹ سونگڑہ میں جمع ہوئے اور احباب جماعت مع حضرت مولوی عبدالغفور صاحب مرحوم و مغفور و مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی بھی اسی جگہ حاضر ہوئے۔ مولوی اسمٰعیل نے دیکھا کہ مقابلہ سخت ہے مقابل پر نامور علماء و مشہور مناظر ہیں بجائے شرائط مناظرہ طے کرنے کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ اور توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے لگا۔ اور غیر احمدیوں کو بھڑکا کر احمدیوں پر حملہ کروا دیا۔ غیر احمدیوں نے مارپیٹ شروع کر دی۔ خاکسار ہارون الرشید بھی اس جگہ موجود تھا۔ خاکسار نے دیکھا کہ چند احمدی احباب مولوی عبدالغفور صاحب اور مولوی غلام احمد صاحب کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے غیر احمدیوں کے حملوں سے بچاؤ کر رہے ہیں انہیں دوستوں میں ہمارے شیخ کفایت اللہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ آپ سنایا کرتے تھے کہ میں اپنی چھتری اور ہاتھوں پر غیر احمدیوں کے ہر ایسے حملہ میں سینہ سپر رہتے۔

مرحوم کا سلوک اپنے والدین اور بہنوں اور دیگر رشتہ داروں سے بہت ہی نیک تھا۔ آخر تک اپنے بوڑھے غیر احمدی والد کی خدمت کرتے رہے گو ان کے والد کے اور بھی چار یا پانچ بڑے لڑکے تھے۔ والدہ کی بھی آپ نے آخری وقت تک خدمت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی ایک بہن جوانی سے اب تک آپ ہی کے گھر میں پرورش پا رہی ہے۔ اسی طرح ایک دو یتیم بچے جو آپ کے رشتہ دار ہیں وہ بھی آپ کے گھر میں پرورش پا رہے ہیں۔ یہ تمام بوجھ آپ خوشی سے برداشت کرتے رہے۔

دسمبر ۱۹۶۱ء کے جلسہ سالانہ میں مولوی سید محمد محسن صاحب معلم وقفِ جدید کے ہمراہ آپ قادیان تشریف لے گئے۔ وہاں سے آ کر چند دنوں کے بعد آپ نے اپنی جائداد مبلغ ۳۰۵۰/- روپے (تین ہزار پچاس روپے) کے دسویں حصہ کی وصیت کر دی۔ فارم وصیت کے لئے تار دے کر منگوایا گیا تھا۔ وفات سے ایک ہفتہ پہلے جب خاکسار ان کے تیسرے لڑکے میاں غلام ہادی صاحب کے ولیمہ کی دعوت پر ان کے مکان پر پہنچا تو انہوں نے خبر پا کر مجھے بلا بھیجا اور اپنی وصیت کے کاغذات (در حساب کتاب) کی تکمیل کی خواہش ظاہر کی (باقی صفحہ ۱۲ پر)

ماریشس کے احمدی احباب کی طرف سے قربانی و ایثار کی شاندار مثال

(بقیہ صفحہ اوّل)

جو انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت کی تھیں۔ ہمارا یہ "دار السلام" بھی نام کے لحاظ سے اس گھر سے مشابہت رکھتا ہے اور اس کا ظل ہے۔ اسلئے یقیناً اللہ تعالیٰ ہماری آج کی دعاؤں کو ضائع نہ کرے گا دوستوں نے نمازیں پڑھیں اور کھانا کھایا کھانا بھی خوب مزیدار تھا۔ اور ماریشس کی مرغوب "بریانی" تھی۔ جس کے لئے بہت سے دوستوں نے بیسہ۔ اشیاء بھی مہیا کی تھیں۔ خدا لگ نے پکانے والے بھائی ابو بکر صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اچھی بریانی پکائی جس نے دوستوں کو اتنی طاقت دی کہ اس کے بعد ۲۶ گھنٹے متواتر کام ہوتا رہا۔ اس وقت انصار، خدام اور اطفال کی مجموعی تعداد ۲۲۵ سے کم نہ تھی اور اتنی زیادہ تعداد ہونے کے باوجود کسی کو دم بھر سانس لینے کا موقع مشکل سے ہی ملتا تھا کیونکہ ہر ایک گروپ کی یہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کا گروپ دوسروں سے کام میں سبقت لے جائے اور کہیں بھی سستی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ سب اپنے کام کر رہے تھے جیسے ایک انجن کے مختلف پرزے کام کر رہے ہوتے ہیں اور ایک پرزے کی خرابی سے سارا انجن بند ہو جاتا ہے۔ اسلئے ان کو اس اتحاد اور تعاون کا پورا پورا احساس تھا۔ اور یہی چیز رفیقوں کے لئے اچنبھا کا باعث تھی کہ یہ لوگ جو اس فن کے ماہر نہیں بلکہ اس کام سے بالکل ناآشنا ہیں وہ کیسے پھرتی سے اپنے کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔ مثلاً ۲×۲×۹۱ مشین پر کام کرنے والے بھائی مقبول۔ عزیز۔ منظور۔ یوسف امان اللہ وغیرہ گو اس کام سے بالکل ناواقف تھے مگر اس بات کا ان کو احساس تک نہ تھا کہ وہ اس کام کو پہلی بار کر رہے تھے کہ پیشہ ور بھی ان کے سامنے مات تھے۔

نصرت الٰہی

رات ۱ بج چکے تھے۔ اور فرزندانِ احمدیت کام میں خوشی محسوس کر رہے تھے اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے سنائی دیتے تھے کہ آج ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے سے ہمیں یہ موقع نصیب آیا کہ جس طرح رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ کو صحابہؓ کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اسی طرح آج ثواب کا موقع ہمیں مل رہا ہے۔ جو حضورؐ کے ارشاد "ما انا علیہ و اصحابی" کے مطابق اس آخری زمانہ کے ۷۳ فرقوں میں سے سچے فرقہ کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر پورا ہو رہا ہے ؂

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

اس وقت جبکہ سارے جہان پر نیند کا غلبہ ہو رہا تھا جب بوڑھے لوگ تھک جائیں تو ان پر اس کا جلدی اثر ہوتا ہے مگر یہاں کی دنیا ہی نرالی تھی۔ اس وقت بزرگوں نے نہایت ثابت قدمی سے اپنے کام کو جاری رکھا جس میں بھائی عمر علی صاحب یونس شمشیر۔ عباس رحمان۔ رحمان خدابخش۔ ہاشم خان مخدوم وغیرہم شامل تھے۔ ادھر کام جاری تھا اور میں عزیزم نجیر سے باتوں میں مصروف تھا جو کہہ رہا تھا کہ کل دس بجے دن کو کام ختم ہو سکے گا۔ میری نظر اچانک پتھر اور ریت کے سٹاک پر پڑی تو دیکھتا ہوں کہ گرا دھر تو کام کا بہت کم حصہ نسبتاً زیادہ خالی ہو گیا ہے۔ تو فکر پڑی کہ کہیں سامان کی کمی احمدیوں کی ہمت کے سامنے روک نہ بن جائے۔ گو سامان ہم نے اندازاً ۲۵% زیادہ لیا ہوا تھا مگر پھر بھی حفظ ما تقدم کے طور پر پتھر اور سیمنٹ کے حصول کے لئے کوشش شروع کی۔ رات کے نو گیارہ بجے تھے دکانیں بند تھیں۔ گارڈ بول والے مزدور دن بھر کام کرکے مزے سے سو رہے تھے اس موقع پر جب کہ کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا بھائی اسماعیل سبحان جنہوں نے اس بلڈنگ کے لئے سامان تعمیر کی فراہمی میں دل کھول کر حصہ لیا ہے اور ابھی تک ایک پیسہ کا بھی مطالبہ نہیں کیا نے مجھ سے چھٹی مانگی تاکہ وہ سیمنٹ اور پتھر کا بندوبست کریں۔ اور ایک دو گھنٹے کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ واقعی ایک لاری پتھر لے کر پہنچ گئی ہے۔ ڈرائیور کو بھائی اسمٰعیل نے جگایا جس نے روز ہل سے تین چار میل دور کی ایک مشین کے مالک کو جگایا۔ پھر مالک نے منیجر سے سفارش کی اور اس نے اپنے ورکرز کو جگا کر کے پتھروں کی سپلائی کا کام کیا سیمنٹ ملنے کا کوئی راستہ نہ تھا مگر وہ بھی ایک ایسے شخص کے ذریعہ سے ملا جو ہمیشہ ہی احمدیت کی مخالفت میں اول نمبر پر ہوتا ہے۔ ان مخالفانہ حالات میں سامان کی فراہمی اور پھر رات کے وقت اور جن ذرائع سے ملا واقعی نصرت الٰہی کا ایک نظارہ تھا جس نے احمدی فوج کے لئے مہمیز کا کام دیا۔ اور حوصلے پہلے سے بھی بڑھ گئے گو رات بھی بڑھ گئی مگر کسی کو سونا یاد ہی نہ تھا خصوصاً سات سے بارہ سال کے بچے تو ایسے کام کر رہے تھے گویا ان کے لئے دن ابھی چڑھا ہے۔

تہجد اور صبح کا نظارہ

نماز تہجد بھی بعض ورکرز نے ادا کی یعنی جن کو ذرا چند منٹ فرصت ملتی وہ کمر ہمت کر دو چار نفل ادا کر آتے اور ان میں سے بعض کا بیان ہے کہ اس دن نماز تہجد کا بہت ہی مزہ آیا۔ دعائیں کرنے کے لئے دل چاہتا تھا مگر ہر ایک کی زبان پر یہی تھا اے خدا جلدی ہمارے کام کو ختم فرما۔ اور بعض کی یہ بھی تمنا تھی کہ اسے اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے کام پر فتح نصیب فرما۔ نماز صبح باجماعت ٹولیوں کی صورت میں ادا ہوتی رہی گویا کام بند کرنے کا حکم جاری نہ تھا۔ ساری رات در حقیقت جہاد تھا۔ جاہل دشمنانِ احمدیت اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد ختم کر دیا مگر یہاں ہم دیکھتے رہے کہ جہاد کا حکم جاری ہو گیا ہے۔ اور ماریشس پر مانہ دار السلام کا کام گویا جان۔ مالی۔ عزیز دن اور رات کے آرام ہر بھی ترجیح دے کر اس جہاد میں شامل ہے اور ہماری نمازیں بھی نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ نماز کے بعد صبح کا منظر بہت ہی سہانا تھا ذرا سورج اوپر ہوا۔ تو "دار السلام" کے سامنے بڑی مارکیٹ کو جانے والے سینکڑوں کی تعداد میں حیران و ششدر کھڑے ہوئے ان میں سے اکثر ایسے تھے جو ہفتہ شام یعنی ۱۴ اپریل بروز ہفتہ کو وہاں سے گزرے تھے۔ اور ۹ دسمبر ۱۹۶۱ء کو بھی گزرے تھے۔ جبکہ ہم نے دار السلام کی پہلی چھت پر کنکریٹ ڈالی بچھائی تھی۔ اور کام ہفتہ کی شام کو شروع اتوار کی نماز فجر کے وقت ختم ہو گیا اور جب یہ لوگ صبح مارکیٹ کے لئے آئے تو ہمارے کام کو ختم ہوا پایا مگر اب کی دفعہ وہ بھی حیران تھے کہ ہفتہ کو کام چلتا رہا ساری رات چلتا رہا اور اب بھی چل رہا ہے۔ ورکروں کی آنکھیں نیند کا مطالبہ کر رہی ہیں مگر ان کی ہمت اور ذوق و شوق نیند کے خمار پر بھی غالب آ گیا ہوا ہے۔ کام کے ساتھ ساتھ ورکرز ناشتہ بھی کرتے جاتے تھے۔ کبھی ان کے ہاتھ میں ڈبل روٹی دکھائی دیتی تھی اور کبھی چائے کا پیالہ۔ اب اچانک مکسچر (مشین) نے جو آدھی رات کو ایک plug کے خراب ہونے کی وجہ سے بند ہو گیا تھا زور سے چلنا شروع کیا تو نوجوانوں نے بھی نعرہ لگا کر زور سے کام کا شروع کر دیا۔

قابل تحسین انتظام

اس دن دوپہر سے تھوڑا پہلے ہی ریت والوں کا ریت ہوا سٹاک ختم ہو گیا۔ نیا سٹاک منگوایا گیا وہ دیر سے بھی آن پہنچا۔ جس کو دھو کر سپلائی کو جاری رکھنا تھا۔ یہ کام نہایت ہی مشکل تھا۔ اور بیرونِ ریت کے اکثر ورکرز ہفتہ کی صبح سے لے کر اب تک پانی کے حوض میں کھڑے ہو کر متواتر کام کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اب ان کی ٹانگیں پانی سے متاثر ہو کر سن ہو گئی تھیں۔ مگر ہمارے جوان ہمت چوہدری بشیر صاحب اور عبدالستار صاحب اور محمود احمد صاحب مشتاق نے اپنا بہترین نمونہ قائم رکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی اور متواتر رات کے دس بجے تک ریت کی سپلائی کو جاری رکھا

زخمی ہونے کا سنہری موقعہ

کام کے دوران میں ایک اہم مقام کے ورکر کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے میں نے ایک نظر دوڑائی اور برادرم بشیر سعد اللہ کو بلایا اور اپنے ساتھ لے کر اس جگہ پہنچانے لگا تو اچانک ۲۳ فٹ کی بلندی سے دو تین لوہے کی باٹیاں لڑھکتی ہوئی نیچے آئیں جن میں سے ایک کا ظالم کونہ میرے ساتھی بشیر کے نازک سر پر آن لگا۔ اور وہ بیچارہ اچانک نیچے گر گیا چونکہ میں نے اسے پکڑا ہوا تھا اسلئے مجھے بھی ساتھ ہی لے گیا۔ فوراً میں نے اسے اپنی چھاتی سے لگا کر اٹھا لیا۔ اور خون بند کرنے کی بہتری کوشش کی مگر وہ تو فوارہ کی طرح بہہ رہا تھا۔ وہ بھی تقریباً بیہوشی کی حالت میں تھا۔ تاہم دوسروں کو جنگ بدر اور اُحد کی یاد دلا کر تسلی دلائی اور اُسے فوراً بذریعہ کار سرکاری ہسپتال میں بھجوایا۔ مرہم پٹی کروانے اور ہوش میں لانے کے لئے کافی دیر لگ گئی تو دل میں خوف تھا کہ کہیں مغز کی ہڈی کو ضرب نہ لگ گئی ہو جس کا علاج نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بال بال بچا لیا۔ تاہم جہاد میں زخمی ہونے کا تمغہ حاصل کر گیا۔

قابل قدر قربانی

ماریشس میں آج کل فٹ بال کی کھیل بہت مقبول ہے اور اچھے میچوں کی قدر دانی بہت ہی کی جاتی ہے۔ اتوار کے دن ۱۵ اپریل

سامہ سٹاؤنس اور فائر برگیڈ کا خاص لیگ میچ تھا جو سال میں صرف ایک ہی دفعہ ہوتا ہے۔ جس کے دیکھنے کے لئے سارے ماریشس کے لوگ دور دراز سے آتے ہیں اس دفعہ تو اس کے ٹکٹ فسٹ۔ سیکنڈ۔ تھرڈ کلاس کے ایک دن قبل ہی ختم ہو گئے تھے۔ احمدی نوجوان بھی کھیلوں کے شوقین ہیں اس لئے ان کے لئے یہ میچ دیکھنا بہت ہی اہم تھا۔ جس کا اندازہ باہر کے لوگ نہیں لگا سکتے۔ اکثر نوجوانوں نے ٹکٹ ایک دو دن قبل ہی خرید کر رکھا ہوا تھا۔ اور سب کو امید بھی تھی کہ دار السلام کا وقار عمل ہفتہ سے شروع ہو کر اتوار کی دوپہر تک تو ضرور ہی ختم ہو جائے گا۔ مگر دوپہر بھی گذر گئی۔ نوجوانوں نے اس امید پر کہ کام جلدی ختم ہونے پر میچ دیکھنے کی چھٹی مل جائے گی بتیزی سے کام کرنا شروع کیا۔ مگر چار بج گئے اور کام پھر بھی باقی۔ مرحبا ان خدام اور انصار کا جن کی روح ٹورنمنٹ بال کے لئے تڑپ رہی تھی مگر کام کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے انہوں نے آج کے دن میچ کو نہ دیکھنے کی ٹھان لی۔ اور اس غیر معمولی ارادہ نے ان کی قربانی کو چار چاند لگا دیئے اور انہوں نے "دین کو دنیا پر مقدم کرنے" کا عہد پورا کر دیا۔ الحمد للہ

تماشائیوں کی جرأت

تماشا لگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بعض لوگ اپنے کاموں کو بھول گئے ہیں اور یہاں سے ہلنا ہی نہیں چاہتے۔ مگر ان میں بعض نے جماعت کی پاور بکرز کی بے لوث قربانی کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے خود بخود آگے آ کر کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ جن میں سے ایک انڈین نسل کا سعید نام نوجوان بھی تھا جس نے دس بارہ گھنٹے متواتر ایک اہم اور بھاری کام کو سنبھالے رکھا۔ اور کام ختم ہونے کے بعد اس نے اسلامی لٹریچر پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس کو فرنچ زبان میں چند کتب دی گئیں۔

تماشائیوں کی مدد نے الا ان نصر اللہ قریب کے وعدہ الٰہی کو پورا کر دیا۔ کیونکہ ۲۴ سے ۲۶ گھنٹے تک کام کرتے کرتے ہم میں سے ہر ایک کے نازک ہاتھ جواب دے چکے تھے جسم کے ہر حصہ سے غیر معمولی تھکاوٹ کے اثرات نمایاں تھے ہم تقریباً ۱۰۰ بوری سیمنٹ اور کئی لاریاں ریت اور پتھر کی ختم کر چکے تھے مگر کام تھا کہ ختم ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ اچانک دوسری رات کے لئے بجلی کی روشنی کا انتظام بہتر بنانا پڑا اور یہی وہ موقعہ تھا کہ ہر ایک بزبانِ حال اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا متیٰ نصر اللہ۔ کئی ایسے بھی تھے کہ جسم تھکاوٹ کی وجہ سے جواب دے چکا تھا مگر وہ کام کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ مگر اس کا نتیجہ بعض دفعہ یہ بھی ہوا کہ وہ چکر کھا کر گر گئے۔ مگر پھر ہوش آتے ہی کام جاری کر دیتے۔

مختصر یہ کہ کام ختم ہونے سے قبل دو گھنٹے کا عرصہ نہایت ہی ایمان افروز نظارے پیش کر رہا تھا۔ بعض کاموں پر جہاں نوجوان ہار گئے دیکھنے و بیٹھنے بوڑھوں نے کام سنبھال لیا یا بعض شوقین لوگ بھی اپنے عمدہ لباس کا خیال نہ رکھتے ہوئے آگے آ گئے۔ اور انہوں نے کام کی رفتار کو مدھم ہونے کی بجائے تیز تر کر دیا۔

احمدیت کا پرچم اور نعرہ ہائے تکبیر

تقریباً رات کے دس بجے کام ختم ہوا۔ تو احباب کی خواہش کے مطابق احمدیت کا پرچم سیاہ و سفید منارۃ المسیح والا بلڈنگ کے اوپر نمایاں طور پر لہرایا گیا۔ اور جونہی پرچم نے ہوا کے جھونکوں سے لہرانا شروع کیا تو نعرہ ہائے تکبیر کی صدا ایسے زور سے گونج اٹھی کہ زائرین اور راہگیر ایک بار پھر حیران رہ گئے۔

بالآخر اجتماعی دعا کی گئی اور شکریہ ادا کرنے کے بعد ماریشس کے احمدیوں کا اجتماعی وقار عمل ختم ہوا۔ جس میں اکثر احباب نے ۳۰ سے ۴۸ گھنٹے تک متواتر کام کر کے ماریشس میں ایک بے نظیر مثال قائم کر دی۔ جس کی تعریف میں یہاں کے ایک روزنامہ میں بہت ہی اچھا مضمون شائع ہوا۔ اور آج ہر مذہب و ملت کے لوگ احمدیوں کی اس قربانی کا ذکر کرنے سے بالکل نہیں جھجکتے۔ اللھم زد فزد۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا نیا مالی سال

وصولی بقایاجات اور صحیح تشخیص بجٹ کی طرف خاص توجہ

یکم مئی ۱۹۶۲ء سے صدر انجمن احمدیہ کا نیا مالی سال شروع ہو چکا ہے۔ گذشتہ مالی سال کے آخر تک جملہ جماعتوں کے بجٹ وصولی اور بقایا کی پوزیشن کی اطلاع ہر جماعت کے سیکرٹری مال کو بھجوائی جا چکی ہے۔ جس کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ متعدد جماعتوں کے ذمہ لازمی چندہ جات کی کثیر رقوم بقایا ہیں۔ اور بعض جماعتوں کے ذمہ کئی سالوں کی رقوم بقایا چلی آ رہی ہیں ایسے بقایاجات کی وصولی تب ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ جبکہ جماعتوں کے جملہ افراد اور عہدیداران ایک نئے عزم اور ارادہ کے ساتھ بقایا داروں اور نادہندگان سے رابطہ کر بار بار جھنجھوڑیں اور اس وقت تک دم نہ لیں جب تک کہ وہ بیدار ہو کر اپنی مالی ذمہ داری کو مکمل طور پر ادا کرنا شروع نہ کر دیں۔

بنیادی طور پر جو بات جماعتی چندوں میں غیر معمولی اضافہ کا باعث ہو سکتی ہے وہ بجٹ کی صحیح تشخیص اور نادہندوں کے متعلق مؤثر کارروائی کا کرنا ہے لیکن بہت سی جماعتیں اول تو نادہندہ افراد کو بجٹ میں شامل کرنے سے گریز کرتی ہیں اور اگر کسی کا نام شامل بھی کریں تو بجائے اصل آمد کے مطابق پوری شرح سے بجٹ بنانے کے جو چندہ کوئی لکھا دے وہی بجٹ میں لکھوا جاتا ہے۔ اس طرح بے شرح اور نادہندہ افراد کی اصلاح میں روک پیدا ہوتی ہے۔ اور آمد لازمی چندہ جات میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔

اگر جماعتوں کے امراء اور سیکرٹری صاحبان نادہندہ اور بقایا داروں کے متعلق اپنی ذمہ داری کا صحیح احساس کریں اور باوجود کوشش کے اصلاح نہ کرنے والے افراد کے متعلق اصلاحی کارروائی سے ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ آمد میں خاطر خواہ اضافہ ممکن ہو سکتا ہے۔

دوسری اہم بات جس کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ زیادہ سے زیادہ احباب جماعت کو وصیت کے نظام میں شامل کرنا ہے۔ یہ بات قابلِ افسوس ہے کہ ہندوستان میں قادیان سے باہر موصی احباب کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہے اور بعض جماعتوں کے عہدیدار بھی ابھی تک وصیت کے بابرکت نظام میں شامل نہیں ہوئے۔ لہٰذا جماعت کے مبلغین اور عہدیداروں کو چاہیئے کہ وصیت کی ضرورت اور اہمیت احبابِ جماعت پر واضح کر کے غیر موصی احباب سے وصیتیں کروائیں۔ تیسری بات جو مرکز کی مالی حالت کو مضبوط اور مستحکم بنانے کیلئے ضروری ہے وہ صاحب جائیداد موصیان کا اپنی زندگی میں حصہ جائداد ادا کرنا ہے۔ اس تحریک کا اعلان بھی پیشتر ازیں بذریعہ اخبار بدر اور سرکلر تحریک سے کیا جا چکا ہے لیکن تا حال بہت کم دوستوں نے اس طرف توجہ دی ہے۔

اگر نئے شروع ہونے والے مالی سال میں احباب جماعت اور جماعتوں کے عہدیداران اور مبلغین احباب ہر سہ امور کی طرف خاص توجہ دیتے ہوئے جماعتوں میں بیداری پیدا کریں۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ہمارے موجودہ مالی سال کی آمد میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکے گا اور جماعتی کاموں میں جو رکاوٹ مالی مشکلات کے پیش نظر آ رہی ہے وہ دور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمام دوستوں کو پوری ذمہ داری اور فرض شناسی کے ساتھ خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ناظر بیت المال قادیان)

ضروری اعلان
برائے امتحان کتب سلسلہ
بتاریخ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۲ء

احباب کو معلوم ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر بزرگان سلسلہ کی کتب کے مطالعہ سے بے حد دینی علمی اور روحانی فائدہ پہنچتا ہے اور موجودہ زمانہ میں مادیت اور دہریت کے زہر کیلئے یہ پاکیزہ لٹریچر تریاق کا کام دیتا ہے ہر مخلص احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ روحانی جلاء اور علمی ترقی کیلئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس کتب کو متواتر مطالعہ میں رکھے اس غرض کیلئے نظارت ہذا ہر سال سلسلہ کے مقدس لٹریچر کا امتحان کا انتظام کرتی ہے چنانچہ امسال بھی نظارت کی طرف سے مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۲ء کو کتب سلسلہ کا امتحان لیا جائیگا۔

اسکے لئے مندرجہ ذیل کتب بطور نصاب کے مقرر کی گئی ہیں (۱) فتح اسلام مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ (۲) آخری منشور" تقریر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب یہ دونوں کتابیں نظارت ہذا سے علی الترتیب بعوض سوا دو پارہ آنے اور ۱۲ ارنی نسخہ مل سکیں گی۔ جملہ عہدیداران جماعتہائے احمدیہ ہندوستان اور مبلغین کرام سے التماس ہے کہ مؤثر تحریک کر کے تمام احمدی احباب کو اس امتحان میں شامل کروائیں اور خود بھی شامل ہوں۔

نوٹ: نظارت ہذا کو امتحان میں شامل ہونے والوں کی تعداد سے ۱۵ اگست ۱۹۶۲ء تک مطلع فرمائیں تاکہ تعداد کو مدنظر رکھ کر پرچہ جات بھجوائے جائیں۔

ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان

خبریں

الجیرز ۲ رجولائی۔ آج الجیریا کے لاکھوں باشندوں نے الجیریا کو آزادی دیئے جانے کے موضوع پر ریفرینڈم میں حصہ لیتے ہوئے پُر امن طور پر ووٹ ڈالے۔ مسلمانوں نے ریفرینڈم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور یورپین عوام نے بھی توقع سے زیادہ ووٹ ڈالے۔ ووٹنگ کے بیشتر مراکز پر پولنگ صبح ۶ بجے شروع ہوگیا اور ان میں پولنگ ۶ بجے شام اور کئی مقامات پر ۸ بجے ختم ہوا۔ الجیریا کے مسلمانوں نے آزادی کے حق میں ۱۰۰ فی صدی ووٹ ڈالے۔ اندازہ ہے کہ ووٹنگ ۹۵ فیصدی تھی۔ یوروپین باشندوں نے بھی بھاری تعداد میں آزادی کے حق میں ووٹ ڈالے۔ اور ان میں ۷۰ فیصدی ووٹ آزادی کے حق میں ڈالے گئے۔

جنرل ڈیگال ۳ رجولائی تک الجیریا کی نئی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیں گے۔ الجیریا کے قوم پرستوں کی عارضی سرکاری جو آج کل ٹیونس میں قائم ہے۔ الجیریا میں منتقل ہو جائے گی اور وہ ملک کا نظم و نسق سنبھال لے گی۔ اس کے بعد وہ آئینی اسمبلی کے انتخابات کا انتظام کرے گی۔ فرانسیسی فوجیں ٹیونیشیا اور مراکو سے ملنے والی الجیریا کی سرحدوں پر پہرہ دے رہی ہیں۔

نئی دہلی ۲ رجولائی۔ کانگرس پارلیمنٹری بورڈ کی ایک خاص میٹنگ آج پارلیمنٹ کے سنٹرل ہال میں منعقد ہوئی۔ جس میں ڈاکٹر بی سی رائے اور شری پرشوتم داس ٹنڈن کی وفات پر ماتم کیا گیا۔ پارلیمنٹری پارٹی کے ممبران نے کھڑے ہوکر ایک منٹ کی خاموشی اختیار کی۔ اور دو ماتمی ریزولیوشن پاس کئے۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے ایک مختصر سی تقریر میں کہا کہ کل دو عظیم لیڈروں کا انتقال ہوا ہے جو کہ ہمارے مسائل گہرے طور پر سمجھ رکھتے تھے۔ اور جو ہمارے دوست اور ساتھی تھے اور جنہوں نے جنگ آزادی میں بہت بڑا حصہ لیا تھا شری نہرو نے مزید کہا کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شری ٹنڈن کے اس انجام کی توقع تھی۔ کیونکہ وہ ایک طویل عرصہ سے بیمار تھے اور موت ان کے لئے باعث تسکین ہو سکتی تھی جہاں تک ڈاکٹر رائے کا تعلق ہے اگرچہ وہ بہت زیادہ بوڑھے ہوگئے تھے۔ لیکن وہ نوجوانوں کی سی خصوصیات رکھتے تھے۔ پنڈت نہرو نے کہا کہ ڈاکٹر رائے کی وفات دل ہلا دینے والی اور غیر متوقع تھی۔ پچھلے چند روز سے ان کی صحت اچھی تھی جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے وہ ایک عظیم شخصیت تھے تقسیم ملک کے بعد بنگال کو اس موجودہ صورت ڈاکٹر رائے نے ہی دی ہے۔

لنڈن ۲ رجولائی۔ بھارت کے وزیر خزانہ شری مرارجی ڈیسائی آج ہوائی جہاز کے ذریعہ لنڈن پہنچے۔ آپ یہاں تین روز تک قیام کریں گے اور برطانیہ کے مختلف وزیروں سے اُن مسائل کے متعلق بات چیت کریں گے جو کہ یورپ کی مشترکہ منڈی میں برطانیہ کی امکانی شمولیت سے درپیش ہیں۔ یہ بھی توقع ہے کہ آپ بھارت کی تیسری پلان کے سلسلہ میں غیر ملکی سکہ کے متعلق بھارت کی ضروریات کے بارہ میں بحث و تمحیص کریں گے۔

نئی دہلی ۲ رجولائی۔ بھارت سرکار نے $2\frac{1}{2}$ ارب روپے کے نئے قرضے جاری کرنے کا اعلان کیا ہے۔ قرضے ۱۲ رجولائی ۱۴ رجولائی تک وصول کئے جائیں گے اور اگر $2\frac{1}{2}$ ارب روپے کی رقم ۱۴ رجولائی سے پہلے ہی پوری ہوگئی۔ چندہ لینا پہلے ہی بند کر دیا جائے گا۔

ایک قرضہ موجودہ $3\frac{1}{4}$ فیصدی نئی بانڈ جاری رکھنے کے لئے لیا جائے گا جس کی میعاد ۱۹۶۸ء میں ختم ہوگی۔ دوسرا قرضہ ۴ فیصدی سود کے قرضے کو جاری رکھنے کے لئے لیا جائے گا۔ جس کی میعاد ۱۹۷۲ء میں پوری ہوگی۔ تیسرے قرضہ سے $4\frac{1}{2}$ فیصدی شرح سود والا قرضہ جاری رکھا جائے گا جو کہ حکومت کی طرف سے ۱۹۸۰ء میں واپس کیا جانا ہے۔

ہانگ کانگ ۲ رجولائی۔ چین کی نیوز ایجنسی نے پیکن سے خبر دی ہے کہ حکومت چین نے بھارت سرکار سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ چین کی فضائی خود مختاری کی خلاف ورزی بند کر دے اور چینی علاقہ میں غیر قانونی پروازیں ختم کرے۔ ایجنسی نے مزید کہا ہے کہ بھارت کے ہوائی جہازوں نے اس سال ماہ مئی میں بھارت اور چین کی سرحد کے مغربی سیکٹر میں چین کے علاقہ پر ۵ مرتبہ غیر قانونی اڑانیں کی ہیں۔ یہ اڑانیں چینی علاقہ میں بھارتی فوجوں کے داخلہ کے ساتھ مطابقت رکھتی تھیں۔ اور اسی وقت ہوئیں جبکہ ہندوستانی فوجیں چینی علاقہ میں ناجائز طور پر داخل ہوئیں چینی سرکار نے یہ مطالبہ ایک مراسلہ میں کیا ہے۔ جس پر ۲۸ جون کی تاریخ تھی معلوم ہوا ہے کہ یہ مراسلہ بھارت سرکار کو موصول ہو چکا ہے۔

چنڈی گڑھ ۲ رجولائی۔ پنجاب گورنمنٹ کے گزٹ میں آج ایک نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے جس کی رو سے پنجابی یونیورسٹی کا دائرہ اختیار معین کر دیا گیا ہے چنانچہ اس یونیورسٹی کے ساتھ یکم جولائی سے ۹ کالجوں کا الحاق کر دیا گیا ہے۔ ان کالجوں کے نام حسب ذیل ہیں:- (۱) مہندرا کالج (۲) گورنمنٹ کالج فار وومن (۳) گورنمنٹ بکرم کالج آف کامرس (۴) گورنمنٹ میڈیکل کالج (۵) ڈینٹل کالج (۶) گورنمنٹ کالج فار فزیکل ایجوکیشن (۷) سٹیٹ کالج آف ایجوکیشن (۸) تھاپر انسٹی ٹیوٹ آف انجینیرنگ (۹) خالصہ کالج۔ یہ کالج پہلے پنجاب یونیورسٹی سے ملحق تھے۔ اب پنجاب یونیورسٹی سے ان کا الحاق ختم کر دیا گیا ہے۔

لکھنؤ ۲ رجولائی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اہم رول ادا کرنے والی نواب واجد علی شاہ کی بہادر بیگم حضرت محل کی یادگار کا افتتاح یہاں ۱۵ رجولائی کو وکٹوریہ پارک میں ہوگا۔ اسی جگہ آخری حکمران اودھ نواب موصوف کی تخت نشینی کی رسم ادا ہوئی تھی۔

پٹیالہ ۲ رجولائی۔ لوک سبھا کے سپیکر سردار حکم سنگھ نے پنجاب سٹیٹ ریلیز ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جبر سے نشہ بندی کو کامیاب نہیں بنایا جا سکتا۔ سوشل ورکروں کو عوام کی طاقت اقتصادی آزادی کے حصول کے بھاری کام میں لگانی چاہیئے۔ کیونکہ اس کے بغیر سیاسی آزادی بے معنی ہے انہوں نے کہا کہ ورکروں میں عام تاثر ہے کہ لیجسلیٹر چناؤ کے بعد اپنے حلقوں کا دورہ نہیں کرتے اور وہ کسی حد تک صحیح بھی ہیں۔ انہوں نے

۸۰ صفحہ کا رسالہ
مقصد زندگی
احکام ربانی
کارڈ آنے پر
مفت
عبداللہ الہ دین سکندر آباد دکن

اہل اسلام
کس طرح ترقی کر سکتے ہیں؟
کارڈ آنے پر
مفت
عبداللہ الہ دین سکندر آباد دکن

یاد رفتگان (بقیہ صفحہ ۹)

چند دن ہوئے عاجز ہی سے کہا تھا کہ میری وصیت مکمل کر دو۔ عاجز نے کہا کہ صدر صاحب گری کی میٹنگ پر کسان گئے ہیں۔ چونکہ آپ تو وصیت کر چکے فارم پر کر کے ملوہی بھیجدیا جائے گا اسی طرح مرحوم کی وصیت بفضلہ تعالےٰ بپایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اور وہ اس نظام میں حصہ لینے والے بن گئے۔

مرحوم خلاف شریعت رسوم کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ تیسرے لڑکے کی شادی کے موقع پر جب دولہا برات کے ساتھ گھر سے نکلنے لگا تو کسی غیر احمدی رشتہ دار عورت نے غیر احمدیوں کی رسم کے مطابق ایک گلاس دودھ دولہا کو پینے کے لئے پیش کیا۔ اس وقت مرحوم مرض الموت میں کراہ رہے تھے لیکن اس رسم پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ ایسے موقعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے ؎

هم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدّامِ ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

مرحوم گذشتہ جلسہ سالانہ سے واپس آنے کے چند دنوں بعد سخت بیمار ہوگئے۔ چار پانچ ماہ بیمار رہے اس عرصہ میں لڑکوں نے علاج معالجہ میں بہت دوڑ دھوپ کی کافی روپیہ خرچ کیا۔ کئی ماہر ڈاکٹروں کو دکھایا مگر مرحوم جانبر نہ ہو سکے اور شب دوشنبہ یکم محرم ۱۳۸۲ھ کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی اہلیہ دو اڑھائی سال پہلے وفات پا چکی تھیں۔ آپ کے پسماندگان میں چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے تیسرے لڑکے میاں غلام ہادی کی شادی سے ایک ہفتہ پہلے ہوئی خطبہ نکاح مولانا بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے پڑھا تھا مرحوم اس رشتہ پر بہت خوش تھے اور احباب جماعت کے سامنے اس کا بار بار ذکر کرتے۔ شادی کے دوسرے ہفتہ وفات پا گئے۔ چوتھا لڑکا دس سال عمر کا ہے جسے پہلے اپنی والدہ کی وفات کا صدمہ تھا پھر اپنے مہربان باپ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اللہ تعالےٰ سب کا حامی و ناصر ہو۔ اور مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

خاکسار عبدالرشید احمدی
سکرٹری تعلیم و تربیت جماعت احمدیہ
بھدرک (اڑیسہ)